ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

14 تا 20 ستمبر 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

مشتری ہوشیار باش

منافقین کا طرزِ عمل
سورۃ المنافقون کی آیات 5 تا 8 کی روشنی میں

اقتصادی غلامی کا نیا تجارتی شکنجہ

صلاح الدین ایوبی

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

حدود آرڈیننس میں مجوزہ ترامیم: ایک جائزہ

تفہیم المسائل

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

رمضان المبارک کی آمد پر

رسول ﷺ کا ایک خُطبہ

’’اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہونے (یعنی نمازِ تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے)۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سُنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے) افطار کرایا، تو یہ اس کے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپؐ سے عرض کیا گیا کہ: یا رسُول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان حاصل نہیں ہوتا، تو کیا غرباء اس ثواب سے محروم رہیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے (رسول اللہ ﷺ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی، تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔ اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف و کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔‘‘ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ از: معارف الحدیث
مولانا محمد منظور نعمانی

الھدیٰ (247)

سورۃ المائدہ

ڈاکٹر اسرار احمد

(آیت:3)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

’’تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سُور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کرلو۔ اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے قسمت معلوم کرو۔ یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔ آج کافر تمہارے دین سے نا اُمید ہو گئے ہیں تو اُن سے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرتے رہو۔ (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پُوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

اب یہاں حرام چیزوں کے متعلق مزید وضاحت آ رہی ہے کہ تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے، اور وہ جانور بھی حرام ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، کسی اور کے لئے نامزد کیا گیا ہو یا غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اُس کو ذبح کیا جائے۔ اور وہ جانور بھی حرام ہے جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بکری بھیڑ اپنے ہی گلے کی رسی کے پھندے میں آ کر مر گئی یا کسی جانور کی چوٹ لگنے سے موت واقع ہو گئی یا کسی اونچی جگہ سے کوئی جانور گر گیا اور گردن ٹوٹنے سے مر گیا یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے ہلاک ہو گیا تو ایسے تمام جانور بھی حرام ہیں۔ کوئی حلال جانور کسی اور بیماری یا حادثے میں مر جائے اور ذبح کی نوبت نہ آئے۔ اُس کے جسم کا سارا خون اُس کے جسم کے اندر ہی جم کر گوشت کا حصہ بن گیا تو وہ مردار کے حکم میں ہے۔

اور وہ جانور بھی حرام ہے جسے کسی درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو۔ ہو سکتا ہے کسی شیر یا چیتے نے کسی ہرن پر حملہ کیا، ہرن زخمی ہو کر گرا، مگر شیر یا چیتا کسی وجہ سے بھاگ گیا۔ ابھی ہرن میں جان باقی ہے۔ کوئی شخص موقع پر پہنچ گیا اور ہرن کو ذبح کر لیا تو اب اُس کا گوشت کھانا جائز ہے، کیونکہ ذبح کرنے سے اُس کا خون نکل گیا ہے۔ جہاں درندے کا منہ لگا ہے وہ کاٹ کر پھینک دیں باقی کا حصہ کھا سکتے ہیں، اور وہ جانور بھی تم پر حرام کیا گیا جو کسی ولی اللہ، بزرگ کے مزار یا دیوی، دیوتا کے استھان پر جا کر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر گوشت کی تقسیم جوئے کے تیروں سے کرنا بھی حرام ہے کہ قربانی کے بعد گوشت کے بڑے بڑے ڈھیر لگا دیے جائیں اور پھر جوئے کے تیروں کے ذریعے اُس کو تقسیم کیا جائے۔ یہ ساری چیزیں گناہ کے کام ہیں۔ دیکھو، اب یہ کافر لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، یعنی سمجھ چکے ہیں کہ نظام تو اب اللہ ہی کا رہے گا۔ انہیں توقع نہیں رہی کہ وہ اسلام کا راستہ روک سکیں گے مگر وہ یہ ضرور چاہیں گے کہ یہ غلط قسم کی چیزیں تمہارے اندر جاری رہیں جیسے ہمارے ہاں ہندوانہ رسم و رواج اور طور طریقے بہت عرصے تک چلتے رہے اور اب بھی چل رہے ہیں۔ تو اب تم اُن سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کی تکمیل فرما دی اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا ہے۔ اور تمہارے لئے میں نے ہمیشہ ہمیش کے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔ مقبول اور پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے۔

حرام چیزیں بتا دی گئیں، لیکن اگر کسی شخص پر اضطراری حالت طاری ہو جائے جیسے شدید فاقہ اور بھوک جس سے کیا جائے، جان نکل رہی ہو تو ان حرام چیزوں سے جان بچانے کے بقدر کھا لینا جائز ہے، مگر یاد رہے کہ گناہ کی طرف کوئی رجحان نہ ہو اور نہ ہی دل میں کوئی شرارت ہو، مثلاً خنزیر کا گوشت حرام ہے، کوئی کہے کہ چکھ کر دیکھیں بھلا اس کا ذائقہ کیسا ہے تو یہ شرارت ہے، ہاں اضطراری کیفیت میں جان بچانے کے لئے حرام شے کا استعمال بقدر ضرورت جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اُس کو مجبوری کا علم ہے اور وہ نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

دھوکہ باز حاکم

چودھری رحمت اللہ بٹر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَامِنْ وَّالٍ يَّلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ))

(بخاری عن معقل بن یسار کتاب الاحکام)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اس حکمران پر بہشت کو حرام قرار دیا ہے جو آخر دم تک ان پر دھوکہ بازی اور خیانت کے ساتھ حکومت کرتا ہے۔‘‘

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُشتری ہوشیار باش

حدود آرڈیننس جو جنرل ضیاء الحق کے دور میں نافذ ہوا تھا' اُس کے خلاف ایک نجی ٹیلی ویژن نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ اور بعض این جی اوز نے اُسے منسوخ کرنے یا اُس کا حلیہ بگاڑنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائی ہوئی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آرڈیننس اگر ختم ہو جائے تو انسانیت سُکھی ہو جائے گی' تمام مسائل حل ہو جائیں گے اور پاکستان سپر پاور بن جائے گا۔ شنید یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں نے یہ طوفان بدتمیزی برپا کرنے کے لیے خاصی بڑی سطح پر سرمایہ کاری کی تھی۔ رہا سوال ہماری حکومت کا تو اُس کا روشن خیالی سے وہی تعلق ہے جو سورج مکھی کا سورج سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ذوق وشوق کی ماری حکومت دیوانہ وار آگے بڑھی اور حدود آرڈیننس کی ایسی تیسی کرنے کے لیے تحفظ حقوق نسواں کے نام سے ایک بل اسمبلی میں لے آئی۔ بے چاری اسمبلی کو مشرفانہ حکم نامہ جاری ہوا کہ ہماری امریکہ یاترا سے پہلے یہ بل منظور ہونا چاہیے تاکہ عالم پناہ کی خدمت عالیہ میں ہم اپنی جو کارگزاری پیش کریں اُس میں ایک خوبصورت اضافہ ہو جائے۔ لیکن مشرف بھول گئے کہ اُن کا مقابلہ نواز شریف سے نہیں' ''ڈبل ایم اے'' سے ہے۔ وہ بھول گئے کہ انتخابات کا موسم ہے اور چند ماہ بعد ہونے والے انتخابات میں بھی ایم ایم اے کا نشان کتاب ہی ہوگا۔

مشرف امریکہ کے لیے رختِ سفر باندھ رہے تھے کہ ایم ایم اے نے استعفوں کا دھماکہ کر دیا۔ مسلم لیگ (ن) ایم ایم اے سے اجتماعی استعفوں کی درخواست ایک عرصہ سے کر رہی تھی۔ کہتے ہیں بلی کے پاؤں کو آگ لگ جائے تو وہ بچے بھی پاؤں تلے روند کر اپنے پاؤں کی آگ بجھا لیتی ہے۔ اب منظر تبدیل ہو گیا۔ اقتدار بچانے کے لیے مشرف کے پاس ایم ایم اے سے تعاون کرنے کے سوا چارہ ہی نہ تھا۔ مشرف امریکہ جانے سے پہلے تحفظ حقوق نسواں بل میں ایم ایم اے کا تعاون حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اگرچہ دو طرفہ بیانات سے کچھ کنفیوژن پیدا ہو رہا ہے' لیکن مجموعی تاثر یہ ہے کہ حکومت اور ایم ایم اے کے مابین تحفظ حقوق نسواں بل پر اصولی اتفاق ہو گیا ہے۔ بہرحال ہم اس سمجھوتے کا خیر مقدم کرتے ہیں کیونکہ ہمیں پھل کھانے سے غرض ہے' پیڑ گننے سے نہیں۔

اِس بل پر تبصرہ تو اسی وقت ممکن ہوگا جب اس معاہدے کی مکمل تفصیلات سامنے آئیں گی۔ فی الحال اس سے یہ خیر برآمد ہوئی ہے کہ ملحد اور سیکولر طبقات کی پیش رفت میں کچھ رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ ہم ایم ایم اے کی اِس کامیابی پر تحسین وتائید کرنے میں بخیلی سے کام نہیں لیں گے' لیکن ایم ایم اے کے رہنماؤں کو بھی یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ سترھویں ترمیم کے موقع پر وہ اس سوراخ سے ایک بار پہلے بھی ڈسے جا چکے ہیں' لہٰذا انہیں پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیے۔ اگر پارلیمنٹ میں اُن کے ہاتھ کسی ایسے بل کی تائید میں بلند ہو گئے جس کی کوئی ایک شق بھی قرآن اور سنت کے خلاف ہوئی تو یہ بات اُن کے لیے بڑی شرمناک اور ملک وقوم کے لیے بڑی ہولناک ہوگی۔ لہٰذا ہم مشتری ہشیار باش کی زور دار آواز لگاتے ہیں۔ ضیاء الحق دور کے حدود آرڈیننس کے بارے میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ اُس پر عملدرآمد ہونے میں ایسی پیچیدگیاں تھیں جن کی وجہ سے عوام تک اُس کے ثمرات نہ پہنچ سکے۔ ہم چاہیں گے کہ اس بل کو قرآن وسنت کے عین مطابق کیا جائے اور اُس پر عملدرآمد بھی سہل بنایا جائے۔

ہم آخر میں ایم ایم اے کے اکابرین کی خدمت میں عرض کریں گے کہ سارا اسلام حدود آرڈیننس اور تحفظ حقوق نسواں میں سمٹ نہیں گیا۔ بقول آپ کے اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ صرف ایک بل کو روکنے کے لیے آپ کو اسمبلیوں سے چھٹی کرنے کا الٹی میٹم دینا پڑتا ہے تب کہیں جا کر بمشکل بات بنتی ہے' تو کیا مکمل اسلامی نظام کے لیے ایسی دھمکیاں کارگر ہو سکیں گی۔ یقیناً نہیں' اس کے لیے آپ کو اس نظام باطل کی بنیادوں پر کاری ضرب لگانی ہوگی' جو اس نظام کا جزو بن کر نہیں بلکہ اس کے خلاف صف آرا ہو کر ہی ممکن ہے۔ نظام مراعات یافتہ طبقے کی بغل میں بیٹھ کر نہیں بدلے جا سکتے۔ اس کے لیے کشتیاں جلا کر دریا میں اترنا ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ ایم ایم اے کے اکابرین بھی آج نہیں تو کل اِسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ اللہ رب العزت توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 14 تا 20 ستمبر 2006ء — 20 تا 26 شعبان المعظم 1427ھ — شمارہ 34

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا

سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔ 54000

فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700

فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا .... (2000 روپے)

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر

''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

چھتیسویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

نہ ہو طُغیانِ مُشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی — کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طُغیانِ مُشتاقی!
مجھے فطرت نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے — ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی!
وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے — طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوۂ ساقی!
نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے — کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی!
دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اُٹھتے — نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو اندازِ آفاقی!
خزاں میں بھی کب آ سکتا تھا میں صیاد کی زد میں — مری غمّاز تھی شاخِ نشیمن کی کم اوراقی!
الٹ جائیں گی تدبیریں، بدل جائیں گی تقدیریں — حقیقت ہے، نہیں میرے تخیّل کی یہ خلّاقی!

1۔ طغیانِ مشتاقی یعنی وفورِ عاشقی۔ اس سے مُراد ہے محبت الٰہی کی شدت۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی زندگی ارشاد الٰہی کے مطابق: "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ" (اور جو لوگ مومن ہیں، وہ اللہ کی محبت میں بہت شدید ہوتے ہیں) محبت کی شدت کی جیتی جاگتی تصویر ہوتی ہے۔ مقصد یہ کہ اگر مومن کی زندگی سے محبت الٰہی کے عنصر کو خارج کر دیا جائے تو اس کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔

2۔ اقبال کہتے ہیں کہ فطرت مجھے نوا (شاعری) پر مجبور کر رہی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قوم میں ابھی کچھ دردمند مسلمان ضرور باقی ہیں، جو میرے پیغام کو سمجھ سکتے ہیں۔

3۔ مے خانے میں شراب کی کمی نہیں ہے۔ آج بھی ساقی (مرشدِ کامل) تجھے اتنی پلا سکتا ہے کہ تو ماسویٰ اللہ سے بالکل بے گانہ ہو جائے، لیکن اگر تیرے اندر اللہ سے ملنے کی سچی تڑپ ہی نہ ہو تو پھر ساقی سے کیا شکوہ۔

4۔ فرنگیوں کی زندگی بہت چمک دمک والی، بہت رنگین اور دلکش معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ سب ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے۔ ان کا باطن نورِ ایمان سے بالکل خالی ہے۔ یعنی جس قدر روشنی نظر آتی ہے، یہ سب بجلی کے چراغوں کی سی ہے۔ یہ روشنی ایمان کی نہیں ہے۔ ظاہر میں سب کچھ ہے۔ باطن میں کچھ بھی نہیں ہے۔
اسی خیال کو اقبال نے یوں ادا کیا ہے:

چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

5۔ جب تک انسان کا زاویۂ نگاہ آفاقی نہ ہو جائے، اُس کے دل میں آفاق گیری کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ آفاقی انداز اُس وقت پیدا ہو سکتا ہے جب مسلمان قرآنی تعلیمات کو اپنا وظیفۂ حیات بنالے اور یہ نعمت صحبتِ مرشد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ آفاق گیری کے ولولے سے اقبال کی مُراد ہے، ساری دنیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے کا جذبہ یا ساری دنیا میں حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی آرزو۔

6۔ یہ شعر رمز و ایما اور استعارہ و کنایہ کی بہترین مثال ہے۔ حقیقی معنی تو بالکل واضح ہیں، لیکن استعارات کا پردہ ہٹا دیا جائے تو شاعر کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں مسلمانوں کے دورِ انحطاط میں پیدا ہُوا ہوں، لیکن قوم کے افراد میں اگر اخوت کا جذبہ کارفرما ہوتا تو اس بے سروسامانی کے باوجود دشمنوں کو مجھ پر دست درازی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ واضح ہو کہ لفظ "کم اوراقی" اس شعر کی جان ہے اور اس سے مراد ہے جذبۂ اخوت کا فقدان۔

7۔ اس شعر میں اقبال نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ مغربی اقوام کی روش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وہ تمام تدابیر، جو وہ مسلمان ممالک کو اپنا غلام بنانے کے لیے کر رہی ہیں، خاک میں مل جائیں گی اور مسلمانوں کی تقدیر بدل جائے گی۔ اگرچہ آج وہ ان اقوام کے محکوم ہیں، لیکن کچھ عرصے کے بعد اُن کو آزادی نصیب ہو جائے گی۔ اقبال کو اپنی فراست پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے دوسرے مصرعے میں ہمیں متنبہ کر دیا ہے کہ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، حقیقت پر مبنی ہے، شاعرانہ خیال آرائی نہیں ہے۔

منبر و محراب

منافقین کا طرزِ عمل

سورۃ المنافقون کی آیات 5 تا 8 کی روشنی میں

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے یکم ستمبر 2006ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(سورۃ المنافقون کی آیات 5 تا 8 کی تلاوت کے بعد)

پچھلے جمعہ ہم نے سورۃ المنافقون کا ترتیب سے مطالعہ شروع کیا تھا۔ دراصل ایمان کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس کی ضد نفاق کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایمان کی ایک ضد تو کفر ہے' لیکن یہ ظاہری اور قانونی اعتبار سے ہے۔ باطنی اور معنوی اعتبار سے ایمان کی ضد نفاق ہے۔ یہ وہ بیماری ہے جو دیمک کی طرح ایمان کو چٹ کر جاتی ہے اور پھر انسان کے قلب کے اندر سرطان کی طرح پنجے گاڑ دیتی ہے۔ جب اس کا تسلط ہو جائے تو پھر ایمان باقی نہیں رہتا۔ اہل ایمان کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہی نفاق ہے' جو غیر محسوس طریقے پر انسان کے باطن میں تسلط کرتا ہے۔ جن عملی کوتاہیوں کی وجہ سے نفاق کے جراثیم کو پنپنے کا موقع ملتا ہے' ان کی نشاندہی کر دی گئی کہ اپنے طرزِ عمل کو ٹھیک رکھو' فلاں فلاں چیز سے بچو۔ بحیثیت مجموعی دین کے حوالے سے اگر تمہارا رویہ یہ رہا تو بچ سکو گے ورنہ نفاق تمہارے دل میں آ سکتا ہے۔

قرآن مجید نے ایک منافق شخصیت کی پوری نقشہ کشی کر دی ہے' تاکہ لوگ بڑی آسانی سے یہ پہچان سکیں کہ منافق کا کردار کیا ہوتا ہے' اگرچہ شخصی طور پر کسی کو منافق قرار دینا پسندیدہ نہیں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کردار کو پہچان کر اپنا جائزہ لیتے رہو کہ کہیں تمہاری کیفیت تو یہ نہیں ہو رہی۔ چنانچہ پانچویں آیت کے آغاز میں اس کردار کے حوالے سے اگلی بات آئی: فرمایا:

﴿ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا يَسۡتَغۡفِرۡ لَكُمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ لَوَّوۡا رُءُوۡسَهُمۡ وَرَاَيۡتَهُمۡ يَصُدُّوۡنَ وَهُمۡ مُّسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝﴾

''اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کے رسول ﷺ کی جناب میں کہ وہ تمہارے لیے استغفار کریں' اپنے سروں کو بڑے جنبش دیتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ کترا جاتے ہیں (نبی ﷺ کے حضور ﷺ حاضر ہونے سے)' اور وہ اصل میں گھمنڈ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔''

منافقین کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جھوٹے بہانے کر کے بچ جاتے تھے۔ ان کے ایسے خیر خواہ اور احباب جو سچے مسلمان تھے' وہ توجہ دلاتے تھے کہ تمہارا یہ طرزِ عمل ٹھیک نہیں ہے۔ تم اللہ اور رسول ﷺ کی ناراضی مول لے رہے ہو۔ تمہارا سب کچھ اکارت جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کرو تاکہ وہ تمہارے لیے استغفار کریں۔ مگر منافقین کو یہ گوارہ نہ تھا۔ اُن کی جھوٹی انا آڑے آ جاتی' اور استکبار کا مظاہرہ کرتے۔ اپنے سروں کو ایسے جنبش دیتے ہیں کہ گویا بہت غور و فکر کر کے ایک رائے تک پہنچ گئے ہوں۔ وہ اس کے لیے بالکل آمادہ نہ ہوتے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کریں' اپنی غلطی کو مانیں۔

باطنی اور معنوی اعتبار سے ایمان کی ضد نفاق ہے۔ یہ وہ بیماری ہے جو دیمک کی طرح ایمان کو چٹ کر جاتی ہے اور پھر انسان کے قلب کے اندر سرطان کی طرح پنجے گاڑ دیتی ہے۔ جب اس کا تسلط ہو جائے تو پھر ایمان باقی نہیں رہتا

چھٹی آیت میں منافقین کے انجام کے حوالے سے بڑا چونکا دینے والا انداز اختیار کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو تو وہ کانپ کر رہ جائے۔ فرمایا:

﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝﴾

''اے نبی ﷺ! برابر ہے ان کے لیے آپؐ استغفار کریں یا نہ کریں' اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔''

اللہ نے اعلان کر دیا کہ محبوب رب العالمین ﷺ کا استغفار بھی ان منافقین کے حق میں قبول نہیں ہے۔ اتنے بدنصیب ہیں یہ! یہ شقاوت اور بدنصیبی کی انتہا ہے۔

سورۂ توبہ کی آیت 80 میں یہی مضمون اس سے بھی زیادہ شدید انداز میں آیا ہے کہ ﴿اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ﴾ ''اے نبی ﷺ! آپؐ ان کے حق میں ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا۔'' یہ اصل میں کثرت کے لیے ایک عدد ہے جو عربوں کے ہاں استعمال ہوتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ بار استغفار کرنے سے اللہ معاف کر دے گا تو میں ان کے لیے اس سے زیادہ استغفار کرتا۔ تاہم اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یہ ہے ایمان لانے کے بعد نفاق میں مبتلا ہونے کا انجام!

اگلی آیت ہے:

﴿هُمُ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰى مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنۡفَضُّوۡا ؕ﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو اللہ کے رسول کے ساتھ ہیں' یہاں تک کہ یہ (خود بخود) بھاگ جائیں۔''

یہ بات اصل میں عبداللہ بن اُبی انصار سے کہہ رہا تھا۔ انصار میں ایک عظیم تعداد تو مخلص لوگوں پر مشتمل تھی لیکن انہی انصار میں سے ایک گروپ عبداللہ بن ابی کا ساتھی بھی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو دین کے عملی تقاضوں سے گریز کی وجہ سے آہستہ آہستہ نفاق کے دائرے میں داخل ہو گئے تھے۔ اپنے اس گروہ سے عبداللہ بن ابی کہہ رہا تھا کہ تم نے مہاجرین کو پناہ دی ہے' تم ان پر خرچ کر رہے ہو' ان کے نان نفقے کی ذمہ داری تم نے قبول کی ہے جس کی وجہ سے ان کے دماغ خراب ہو گئے ہیں۔ یہ اصل میں سیرت کا ایک اہم واقعہ ہے۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مہاجر اور ایک انصاری صحابی کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بات ذرا بڑھی تو مہاجر نے مہاجر ساتھیوں کو بلایا جبکہ انصاری نے اپنی برادری کے لوگوں کو آواز دی۔ بات بڑھنے لگی تھی لیکن الحمدللہ کہ بیچ بچاؤ ہو گیا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی نے جو اس غزوہ میں شریک تھا' اپنے

قریبی ساتھیوں کو بلا کر غم و غصے کا اظہار کیا' اور اس کی زبان سے عربی کا یہ محاورہ بھی نکلا کہ ((سمن کلبك یاکلك)) ''اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرو گے تو کسی دن تمہیں کاٹے گا'' (معاذ اللہ!) اس نے کہا کہ تم نے ان مہاجرین کی مدد کی ہے' انہیں کھلایا پلایا ہے' اب یہ نوبت آ گئی ہے کہ یہ تمہیں ہی کاٹ کھانے کو آ رہے ہیں۔ لہٰذا طے کر لو کہ مدینہ واپس پہنچ کر ان ذلیلوں کو ہم شہر سے نکال باہر کریں گے (معاذ اللہ! نقل کفر' کفر نہ باشد)۔ ایک نوجوان صحابی حضرت زید بن ارقمؓ بھی وہاں موجود تھے' جن کی عبداللہ بن اُبی سے رشتہ داری تھی۔ ان سے ضبط نہ ہوا اور انہوں نے جا کر نبی ﷺ کو ساری بات بتا دی۔ آپؐ نے عبداللہ بن اُبی کو بلایا اور پوچھا مگر وہ صاف مکر گیا۔ جھوٹ تو نفاق کی سب سے پہلی نشانی ہے۔ ایک منافق کے لیے جھوٹ بولنا تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اب چونکہ وہ ایک صاحب حیثیت شخص اور خزرج کا سردار تھا جبکہ دوسری طرف پندرہ سولہ سال کے ایک نوجوان صحابیؓ' لہٰذا عبداللہ بن ابی نے قسم اٹھا لی کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ اس بے وقوف لڑکے کی شرارت ہے۔ اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں' اور پھر نبی ﷺ نے اس نوجوان کو بلا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری صداقت کی گواہی دے دی ہے۔

آگے فرمایا گیا:

﴿ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۷ ﴾

''حالانکہ تمام خزانے آسمانوں اور زمین کے تو ہیں ہی اللہ کے' لیکن منافقین اس بات کو نہیں سمجھتے۔''

منافقین یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمارے کھلانے پلانے سے یہ مہاجرین جی رہے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ ساری برکت ان مہاجرین ہی کی وجہ سے ہے۔

﴿ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ﴾

''وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ گئے مدینہ کی طرف''

یعنی اب غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی ہو رہی ہے' ذرا ایک دفعہ مدینہ پہنچ جائیں' تو ان مہاجرین کو سبق سکھائیں گے۔

﴿ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط ﴾

''تو نکال باہر کریں گے وہ لوگ جو باعزت ہیں' باہر سے آنے والے کمزوروں کو۔''

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

''حالانکہ کل عزت تو ہے ہی اللہ کے لیے اور رسول ﷺ کے لیے اور اہل ایمان کے لیے۔''

﴿ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ ﴾

''لیکن منافقین اس بات کو نہیں سمجھتے' یہ علم سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔''

چنانچہ مدینہ واپس پہنچنے پر جو کچھ ہوا' وہ بھی سیرت کا ایک سبق آموز واقعہ ہے۔ جب عبداللہ بن اُبی کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی کو' جو کہ ایک مخلص مسلمان تھا' یہ خبر پہنچی کہ اس کے باپ نے ایسی بات کہی ہے تو وہ تلوار سونت کر مدینہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا' جہاں سے قافلہ آنا تھا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا میں تمہیں قتل کر دوں گا اور یہاں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تم یہ اقرار نہ کرو اور زبان سے نہ مانو کہ صاحب عزت اللہ کے رسول ہیں جبکہ تم ذلیل ہو۔ جب عبداللہ ابن ابی نے یہ اقرار کر لیا تب ہی مدینہ میں داخل ہو سکا۔

یہاں سورۃ المنافقون کے پہلے رکوع کا اختتام ہوتا ہے۔ اس سورت کا دوسرا رکوع اگرچہ بہت مختصر ہے' لیکن اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ اس میں نفاق کے چھوت سے بچنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اگر نفاق کا مرض لاحق ہو جائے تو پھر اس کا ازالہ اور سدباب کیسے ممکن ہے۔ لیکن اس سے پہلے نفاق سے متعلق ایک حدیث کا ذکر ضروری ہے۔

منافقت کا اصل معاملہ تو دل کا ہے۔ ایک شخص زبان سے اقرار کر رہا ہے لیکن اس کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ مگر کسی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ دوسرے کے دل میں جھانک کر دیکھے' کیونکہ دل تک براہِ راست رسائی ممکن نہیں' اور نہ ہمیں یہ کہا گیا کہ ہم اس معاملے میں زیادہ چھان کرید کر کے کسی شخص کے منافق یا مومن ہونے کے بارے میں فتویٰ لگائیں۔ البتہ حدیث میں کچھ علامتیں بتا دی گئی ہیں' جن کے ذریعے پہچان کی جا سکتی ہے۔ یہ نفاق عملی ہے۔ اس کی روشنی میں ہمیں چاہیے کہ دوسروں پر نفاق کا فتویٰ چسپاں کرنے کی بجائے خود اپنا جائزہ لیتے رہیں اور خود احتسابی کرتے رہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَّمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ))

(رواہ البخاری و مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار عادتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ چاروں جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے اور جس میں اُن چاروں میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اُس کا حال یہ ہے کہ اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہے' اور وہ اسی حال میں رہے گا' جب تک کہ اُس عادت کو چھوڑ نہ دے۔ وہ چاروں عادتیں یہ ہیں کہ جب اُس کو کسی امانت کا امین بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے' اور جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے' اور جب عہد معاہدہ کرے تو اُس کی خلاف ورزی کرے' اور جب کسی سے جھگڑا اور اختلاف ہو تو بدزبانی کرے۔'' (بخاری و مسلم)

اس مضمون کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

''وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ'' (رواہ مسلم)

''چاہے وہ روزہ رکھتا ہو' نماز پڑھتا ہو' اور اپنے آپ کو (بڑا) مسلم سمجھتا ہو۔''

نماز' روزہ الگ چیز ہے۔ یہ ظاہری طور پر اپنے آپ کو مسلمانوں میں ثابت کرنے کے لیے ہیں' لیکن اگر کسی کی شخصیت میں یہ چار خصلتیں ہیں تو وہ شخص پکا منافق ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے ایمان سے محروم ہے۔ اس کے دل میں نفاق تسلط کر چکا ہے! (ملخّص: محمد خلیق)

✿ ✿ ✿

پریس ریلیز

حدود آرڈیننس کے حکومتی بل کی منظوری کی صورت میں ایم ایم اے کا قومی اسمبلی سے مستعفی ہونے کا الٹی میٹم قابل قدر ہے

حافظ عاکف سعید

حقوقِ نسواں بل کے خلاف ایم ایم اے کا یہ الٹی میٹم کہ اگر شریعت سے متصادم بل پاس ہوا تو وہ قومی اسمبلی اور بلوچستان حکومت سے مستعفی ہو جائیں گے' ایک مثبت اور قابل قدر فیصلہ ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ متحدہ مجلس عمل کو جمہوریت یا دوسرے مسائل پر اقدامات اٹھانے کی بجائے اِسلامی نظام اور اسلامی ایشوز کے لیے ہی اقدامات اٹھانے چاہئیں' جو کہ ایم ایم اے کے مقاصد سے ہم آہنگ ہیں۔ نیز انہوں نے قبائلی علاقوں کے ساتھ حکومت کے امن معاہدہ کو ایک بہترین عمل قرار دیا اور کہا کہ قبائلی علاقوں میں رہنے والے پاکستانی طالبان ہیں جو شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں۔ اُن کے جرگہ سسٹم کے اندر اِسلامی نظام نافذ کرنے کا کافی شعور پایا جاتا ہے۔

قبل ازیں انہوں نے ''سورۃ المنافقون'' اور ''سورۃ النساء'' کی روشنی میں مرض نفاق کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا کہ کس طرح وہ ہمارے معاشرے میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ انہوں نے کہا کہ منافقت کا بیج اس وقت تک انسان کے اندر پھلتا پھولتا رہتا ہے جب تک انسان کے دِل سے دنیا کی محبت ختم نہ ہو جائے اور دین کے لیے خود کو قربان کر دینے کا جذبہ بیدار نہ ہو۔ اگر اس منافقت کو کنٹرول نہ کیا جائے تو انسان باطنی پسپائی کے انتہائی درجے کو پہنچ جاتا ہے' جس کا انجام دوزخ ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی' پاکستان)

کھیت تمہارے، بیج ہمارے

اقتصادی غلامی کا نیا تجارتی شکنجہ

ابرار حسین

سابق عاقبت نااندیش حکمرانوں نے معاہدۂ ٹرپس (TRIPS) پر دستخط کر کے پاکستان کے کسانوں، کاشتکاروں اور زمینداروں کو بیج کے معاملہ میں غیروں کا محتاج بنا دیا ہے۔ بہت سارے ایسے سوالات ہیں جن کا ابھی تک جواب نہیں ملا۔ چند حسبِ ذیل ہیں۔ کیا حکام اور اربابِ اختیار و اقتدار جواب دینا پسند کریں گے؟

سوالات:

1۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بیج عُمدہ کوالٹی کا ہوگا، تاکہ پیداوار متاثر نہ ہو، اور بالکل ہدف کے مطابق ہو؟

2۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بیج وائرس زدہ نہیں ہوگا۔ یعنی بغیر وائرس درآمد ہوگا۔ کہیں ہماری فصلوں کو اور زمینوں کو ناکارہ تو نہیں کر دے گا، جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے؟

3۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بیج کا نرخ حسبِ سابق ہوگا اور کسان و کاشتکار کو نقصان تو نہیں پہنچایا جائے گا؟

4۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بیج بر وقت بوائی (اگیتری فصل) کے لیے مہیا کیا جائے گا؟

5۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہودی اور عیسائی اپنے مفادات کے تحت اور پاکستان کو اقتصادی طور پر کمزور کرنے کے لیے بیج کی فروخت و سپلائی ترک کر دیں؟ اپنا بیج نہ ہوگا تو پھر بوائی کیسے ہوگی؟

6۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بیج کے لیے فصل (گندم، روئی، چنا یا کوئی اور جنس) کسانوں اور زمینداروں سے خریدی جائے گی؟

7۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ بیج پاکستان میں ہی تیار (پروسس) کیا جائے؟

8۔ اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہمیں بیج کل زیرِ کاشت رقبہ کے لیے مہیا ہوگا؟ مثلاً گندم کے لیے دو کروڑ ایکڑ رقبہ کے لیے درکار ہوگا۔ اگر کسی مفاد کے تحت پچاس لاکھ ایکڑ رقبہ کے لئے کم ملا تو سیدھی سی بات ہے کہ گندم کی اوسط پیداوار بھی پچاس لاکھ ٹن کم ہوگی، جس سے ملک میں قحط کی سی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی اور گندم درآمد کرنے کے لیے پچاس ارب روپیہ خرچ کرنا پڑے گا جس کا فائدہ یہودیوں اور عیسائیوں کو ہوگا۔ اس معاہدہ کا خفیہ مقصد بھی یہی ہے۔

9۔ اِس بات کی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیاں خود بیج کہاں سے حاصل کریں گی، کیا اُن کے لیے بیج آسمان سے اُترے گا؟ یورپ اور امریکہ میں اتنا رقبہ زیرِ کاشت نہیں ہے کہ وہ پُوری دنیا کی ضرورت پُوری کر سکیں۔ یقیناً دھوکہ کیا جائے گا۔

10۔ اِس معاہدہ میں فارمر (کسان و کاشتکار) کے مفاد کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ وہ صرف ملٹی نیشنل کمپنیوں کے رحم و کرم پر ہے، وہ جب چاہیں گے اُس کا کھیت و کھلیان اُجاڑ دیں گے۔

11۔ ہمارے کسانوں، کاشتکاروں اور سائنسدانوں نے برس ہا برس محنت کر کے جو بیج تیار کیے ہیں اُن کا کیا بنے گا؟ کون دے گا ان کی محنت کا صلہ و معاوضہ؟

کیسا عجیب معاہدہ ہے (TRIPS) کہ بیج ہم تیار کریں، ملکیت ملٹی نیشنل کمپنیوں کی ہو جائے۔ فائدہ یہودی و عیسائی اُٹھائیں۔ ہمارے کسان، کاشتکار اور سائنسدان نقصان برداشت کریں۔ یہ معاہدہ ہم کسانوں و کاشتکاروں اور زمینداروں کو ہرگز منظور نہیں

اے میرے مسلمان کسان و کاشتکار بھائیو! یہودیوں وعیسائیوں نے بہت غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد پُوری دُنیا کو اور خصوصاً مسلمانوں کو غلام رکھنے کے لیے یہ خطرناک شکنجہ تیار کیا ہے۔ کیونکہ وہ مُسلمانوں کی بیداری سے خائف ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ملک خصوصاً مُسلمان ممالک ان کے برابر ہوسکیں۔ اور اقتصادی طور پر مضبوط ہوں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اقتصادی طور پر کمزور اور پسماندہ ممالک ہی ان کے اقتصادی غلام رہ سکتے ہیں۔ اسی نکتہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ معاہدہ ٹرپس (TRIPS) تیار کیا گیا ہے۔

ڈبلیو۔ ٹی۔ او (W.T.O) کے ذیلی معاہدہ ٹرپس کے تحت تمام ممالک کو ٹریپ (TRAP) کیا جا رہا ہے، تاکہ کوئی بھی ان کی مرضی اور منشاء کے خلاف نہ جا سکے۔ یہ ٹرپس معاہدہ سی ٹی بی ٹی سے بھی زیادہ خطرناک اور ہولناک ہے۔ اگر ہم نے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا تو اس کے بہت ہی خوفناک اور ہولناک نتائج برآمد ہوں گے۔ ڈبلیو۔ ٹی۔ او۔ (W.T.O) یو۔ این۔ او (U.N.O) کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔ یہ ادارہ 1876ء کی جیوش کانفرنس منعقدہ لندن کے اصولوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اقتصادی معاہدہ اور قوانین بناتا ہے۔ یہ یہودیوں کی ان دیکھی حکومت اور عیسائیوں کا تفریحی کلب ہے۔ جہاں وہ غریب ممالک کی دولت پر عیاشی کرتے ہیں۔

معاہدہ ٹرپس

یہ معاہدہ دُنیا کے کاشتکاروں، کسانوں اور زمینداروں کے خلاف تیار کیا گیا ہے، تاکہ غریب ممالک عموماً اور مُسلمان ممالک خصوصاً ان کی گرفت میں رہیں۔ اور ان پر اپنی اجارہ داری مسلط کر کے ان کو اقتصادی غلام رکھا جا سکے۔ اس معاہدے کا ایک مطلب اور بھی ہے کہ کل کلاں آپ اولاد سے محروم کئے جا سکتے ہیں، کیونکہ بات ہے تخم (بیج) اور نمو کی۔

ہم پاکستان کے مسلمان کسان، کاشتکار و زمیندار معاہدہ ٹرپس (TRIPS) کو مسترد کرتے ہیں۔ اور اس کے پابند ہونے کے لئے تیار نہیں، اگر اس معاہدہ کو نافذ کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اس کی مزاحمت کریں گے۔ لہٰذا ہماری موجودہ حکومت سے گزارش ہے کہ اس معاہدہ کو یک قلم کالعدم قرار دیا جائے۔ اگر یہ معاہدہ لاگو ہو گیا تو یاد رکھیں بہت ہی ہولناک قحط پاکستان کا مقدر بن جائے گا، جس کی قیمت آنے والی نسلیں بھی چُکاتی رہیں گی، پھر ہمیں نہ تو تاریخ مُعاف کرے گی اور نہ آنے والی نسلیں۔ یہ بات یاد رکھیں جو لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی دوستی پر نازاں ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں۔

''اے اہلِ ایمان! یہودیوں اور عیسائیوں (نصرانیوں) کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تُم میں سے کوئی اِن کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر ان ہی (کافروں) میں ہوتا ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔''

(سورۃ المائدہ۔ 51)

یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی رکھنے والے اندھے ہو جاتے ہیں اور حیوانیت کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل یورپ میں عورت کے استحصال اور حشر سے عیاں ہے۔ کیا انسانی حقوق کے نام پر بے حیائی، زنا، فحاشی کا فروغ درجہ حیوانیت تک گر جانا نہیں ہے۔

موجودہ حکومت سے ہماری گزارش ہے کہ اِس معاہدہ سے جو ہولناکی اور خوفناکی پیدا ہوگی اس کا اندازہ کریں اور اس معاہدہ (TRIPS) کو منسوخ کریں، اور اپنے ملک کے کسانوں، کاشتکاروں اور زمینداروں کو سُکھ کا سانس لینے دیں، یہودیوں اور عیسائیوں کا مزید غلام نہ بنائیں۔ یعنی پاکستان کو مزید اقتصادی غلامی سے بچائیں۔ ہم تو پہلے ہی عاقبت نااندیش حکمرانوں کے کئے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اب عوام میں مزید قربانی دینے اور اپنی کھال اتروانے کی سکت نہیں ہے۔ کیا اربابِ اختیار یہ چاہتے ہیں کہ ہم صدیوں کے لیے اقتصادی غلام بن جائیں۔

اُمید ہے کہ موجودہ حکومت ہماری اس عرضداشت پر ہمدردانہ غور کرے گی اور معاہدہ ٹرپس سے ہمیں نجات دلائے گی۔ کیونکہ یہ معاہدہ سراسر پاکستان کی سالمیت اور بقاء کے خلاف ہے جو کہ ہم کسانوں، کاشتکاروں، زمینداروں اور پاکستانی مسلمانوں کو قطعی طور پر نامنظور ہے۔

صلاح الدین ایوبی

نُورالدین زنگی کی وفات (1174ء) کے وقت یا یُوں کہیے کہ جب صلاح الدین ایوبی کے نام سلطانی کا قرعۂ فال نکلا تو صلاح الدین ایوبی کی عُمر 36 سال تھی۔ اُس کی تخت نشینی کے وقت صورتِ حال یہ تھی کہ فلسطین' شام اور عراق کا اکثر علاقہ جو اصل میں مسلمانوں کا تھا' صلیبیوں کے قبضے میں تھا۔ عمادالدین زنگی' پھر اُس کے بعد اُس کے بیٹے نورالدین زنگی اور اُس کے سالار شیرکوہ نے مسلسل جنگیں لڑیں اور کچھ علاقے واپس لے لیے' لیکن اب بھی زیادہ علاقہ صلیبیوں کے قبضے میں تھا' اور اصل اور مسلمانوں کا مرکزی شہر بیت المقدس اُن کے پاس تھا۔ جب صلاح الدین ایوبی سلطان بنا تو اُس نے عزم کرلیا کہ مسلمانوں کے جو علاقے صلیبیوں نے ہتھیا رکھے ہیں' انہیں ہرصورت واپس لے کر رہے گا۔

نجم الدین ایوب

صلاح الدین ایوبی عالمِ اسلام کا اتنا عظیم فاتح اور اتنی بڑی شخصیت ہے کہ یہ سلسلۂ تاریخ آگے بڑھانے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ 36 برس پیچھے ہٹ کر ہم اِس قسط کا آغاز 1138ء (532ھ) سے کریں' جب صلاح الدین یوسف کردوں کے شہر تکریت میں پیدا ہُوا۔ اُس کا باپ نجم الدین ایوب شاذی اور اُس کا چچا اسدالدین شیرکوہ' یہ دو ہی شخص ہیں جنہوں نے ملک العادِل نورالدین زنگی سے تقرب حاصل کر کے ''خاندان ایوبیہ کُردیہ'' کی بنیاد رکھی۔ خاندان کا نام کُردیہ اُن کے قبیلے کی نسبت سے ہے۔ یہ دوازی کُرد تھے اور یہ قبیلہ کُردوں کے قبائل میں اشرف ترین مانا جاتا تھا' اور ایوبیہ نجم الدین ایوب کے نام کی رعایت سے کہا جاتا ہے۔

اس خاندان کو بعض اوقات تواریخ میں صلاح الدین کی نسبت سے ''دولتِ صلاحیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ نجم الدین ایوب تقی الدین عُمر شاذی کا بیٹا تھا اور شاذی سے اُوپر اُن کے شجرۂ نسب کا پتا نہیں چلتا۔ سلطان صلاح الدین کا بھتیجا اسماعیل بن طغتکین بن ایوب شاذی جب اپنے باپ سیف الاسلام کی جگہ یمن کا والی ہُوا تو اُس نے اپنا نسب بنی اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان سے جوڑا اور اپنی ذات کو خلیفہ کہہ کر ''الامام الھادِی بنور اللہ المعز الدین امیرالمومنین'' لقب اختیار کیا' اور اپنی خلافت کو بنی ہاشم سے بنی اُمیہ کی طرف پھیر دینے کی کوشش کی' لیکن خود سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس قسم کی کوئی کوشش نہیں کی اور وقف کی تحریر میں اپنا سلسلۂ نسب شاذی پر ختم کردیا اور اس سے اُوپر نہیں گیا۔

نجم الدین ایوب اپنے سب بھائیوں میں بڑا تھا۔ وہ نیک' عابد' متقی' ہُنر پرور اور علماء و فضلاء کی قدر کرنے والا تھا۔ اُس نے موصل میں تربیت پائی تھی۔ موصل میں وہ سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی خدمت کر رہا تھا اور اُس نے نجم الدین کو قابل پا کر تکریت کا والی مقرر کیا تھا۔ اُس کے عدل و انصاف اور حسنِ انتظام سے لوگ نہایت خوش تھے۔ جب سلطان مسعود سلجوقی تخت نشین ہوا تو اُس نے

> **جب صلاح الدین ایوبی سلطان بنا تو اُس نے عزم کرلیا کہ مسلمانوں کے جو علاقے صلیبیوں نے ہتھیا رکھے ہیں' انہیں ہر صورت واپس لے کر رہے گا**

تکریت کا قلعہ مجاہدالدین کے حوالے کردیا' اور مجاہدالدین نے نجم الدین کو بدستور والیٔ تکریت رہنے دیا۔

خلیفہ مسترشد باللہ کے زمانے میں جب اتابک عمادالدین زنگی (نورالدین زنگی کا باپ) شکست کھا کر عراق سے بھاگا تھا اور سلطان محمود سلجوقی کا بیٹا خواجہ ساقی بھی اُس کے ہمراہ تھا تو تکریت سے گزرتے ہوئے نجم الدین ایوب نے اُس کی بہت خدمت کی تھی اور کشتیوں کا انتظام کردیا تھا اور اُس کے ہمراہیوں سمیت اُس کو دجلہ سے پار کرادیا تھا۔ اس واقعے کے چھ برس بعد نجم الدین کو تکریت چھوڑنا پڑا' اور اِس کی وجہ یہ تھی کہ اسدالدین شیرکوہ کا' جو وہاں اپنے بھائی نجم الدین کے پاس رہتا تھا' ایک عیسائی سے جھگڑا ہوگیا اور اسدالدین نے طیش میں آکر اُسے قتل کردیا۔ مجاہدالدین کو اِس واقعے کا علم ہُوا تو اُس نے دونوں بھائیوں کو تکریت سے نکال دیا۔ وہ دونوں بھائی شام چلے گئے۔

شام میں نجم الدین ایوب عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمادالدین نے اُس کی عزت کی اور بہت انصاف و اکرام سے پیش آیا اور اُس کو جاگیریں عطا کیں۔ جب بعلبک کو فتح کیا تو نجم الدین ایوب کو اُس کا حاکم مقرر کیا۔

جب عمادالدین ایک غلام کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ تو نجم الدین ایوب کا بھائی اسدالدین شیرکوہ' نورالدین زنگی کے پاس چلا گیا اور اُس کی ملازمت اختیار کرلی' اور اپنی شجاعت و قابلیت کے بل پر اُسے نورالدین کی فوج کا سالار مقرر کیا گیا۔ دمشق کے فتح ہونے پر نورالدین زنگی نے دونوں بھائیوں کو اُن کی خدمت کے صلے میں جاگیریں عطا کیں۔

صلیبیوں نے دوسری صلیبی جنگ میں' جس میں فرانس اور جرمنی کے بادشاہ شامل تھے' 1148ء میں دمشق پر حملہ کیا تھا' تو اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرانسیسی مورخ مچاڈ لکھتا ہے: ''دمشق کے محاصرے کا قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ نجم الدین ایوب جو خاندان ایوبیہ کا سردار تھا اور دمشق کی فوج کا حاکم' اُس کے ساتھ اُس کا نوعُمر بیٹا صلاح الدین بھی تھا جو ایک دن عیسائیوں پر ایسا غالب آنے والا تھا کہ یروشلم کا مالک ہوجاوے۔''

1161ء میں جب یروشلم کا عیسائی بادشاہ بالڈون نورالدین زنگی کی غیرحاضری میں موقع پا کر نواح دمشق میں پہنچ گیا تھا تو نجم الدین ایوب ہی نے' جو شہر کا گورنر تھا' اُسے ٹال دیا تھا (اِس کی پوری تفصیل ایک سابقہ قسط میں بیان ہو چکی ہے۔) اُسی زمانے میں صلاح الدین یوسف کو دمشق کا کوتوال مقرر کیا گیا۔ جب اِس عہدے پر اُس کا تقرر ہوا' تو دمشق کے عرقلہ نے اُس کی تہنیت میں یہ اشعار لکھے (ترجمہ):۔

اے شام کے چورو! گناہوں سے توبہ کرو
عذاب اور قید تمہارے گناہوں کا گزارا ہوگا
پہلے اگرچہ تمہاری بدچلنی اور قباحت تمہارے ساتھ تھی
مگر اب تو مولانا صلاح الدین تمہارے لیے ہلاکت ہے
اے شام کے چورو!
اپنی حرکات سے باز آؤ
میں تمہیں اپنے قول سے نصیحت کرتا ہوں
پیغمبر کے ہم نام یوسف سے اپنی جانوں کو بچاؤ
جو صاحب عقل و جمال ہے
وہ (حضرت یوسفؑ) تو عورتوں کا ہاتھ کاٹنے والا تھا
یہ (یوسف) مردوں کا ہاتھ کاٹنے والا ہے۔

صلاح الدین ایوبی دمشق کی کوتوالی پر چند ماہ رہا۔ آخر صاحب دیوان (چیف سیکرٹری) ابی سالم ہمام سے عداوت ہوگئی۔ صلاح الدین یہ عہدہ چھوڑ کر حلب چلا گیا۔ نورالدین زنگی نے ہمام کو گرفتار کرا کر اُس کی داڑھی مُنڈوا دی اور سارے دمشق میں طواف کرایا۔ صلاح الدین کو واپس دمشق بلوا کر اپنے خواص میں داخل کرلیا۔ نورالدین سفر اور حضر میں صلاح الدین کو جُدا نہیں کرتا تھا۔ صلاح الدین چوگان کھیلنے میں بڑا ماہر تھا اور نورالدین اس مردانہ کھیل کا شائق تھا۔ دونوں میں گہری محبت وعنایت کا سبب چوگان بھی تھا۔ ایک دفعہ کسی نے اِس کھیل پر ملامت کی تو نورالدین نے جواب دیا کہ میں یہ کھیل تفریح اور دل لگی کے واسطے نہیں کھیلتا ہوں بلکہ ضروری ورزش کے لیے کھیلتا ہوں۔ سپاہی ہمیشہ میدان جنگ میں نہیں رہتا۔ میدانِ جنگ سے باہر بھی اُسے مردانہ ورزش کی ضرورت رہتی ہے۔ علاوہ ازیں جب ہم چوگان کھیلتے ہیں تو ہمارے گھوڑے دشمن کے اچانک حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ غرض نورالدین کی اِس کھیل میں غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے صلاح الدین ایوبی کو ہمیشہ اپنے قریب رکھتا تھا۔

شیرکوہ کی وفات پر خلیفہ العاضد نے جو ضعف سے کانپ رہا تھا‘ صلاح الدین کو وزیر مقرر کیا‘ حالانکہ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں یہ شخص اپنی لیاقت اور شہرت سے اُس کی طاقت کو غصب نہ کر لے

صلاح الدین ایوبی مصر میں

سابقہ قسط میں بیان ہو چکا ہے کہ مصر کی خلافت فاطمیہ کے آخری خلیفہ عاضد الدین اللہ اپنے وزیر شاور کی فریب کاری اور سازشی طبیعت سے بہت تنگ تھا۔ آخر کار اُس نے نورالدین زنگی کو ایک دردناک مراسلہ بھیجا اور اُس کے ہمراہ اپنے حرم کے بال اور خون آلود کپڑے بھیجے تھے‘ جس سے صلیبیوں کے ظلم وستم کی شدت بتانا مقصود تھا۔ نورالدین زنگی نے شیرکوہ کو قاہرہ جانے کا حکم دیا۔ شیرکوہ نے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو بھی ساتھ لیا۔

7 ربیع الاول 564ھ/1168ء کو شیرکوہ قاہرہ پہنچا۔ شاور نے اُس کو صلیبیوں پر‘ جو واپس یروشلم جا رہے تھے‘ حملہ کرنے کے لیے کہا‘ جس سے اُس کا مطلب یہ تھا کہ دونوں فریق پھر آپس میں لڑتے رہیں‘ اور شاور اُن کی لڑائی سے کھیلتا رہے۔

خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کے پاس قیمتی تحائف بھیجے اور رات کو جا کر خلوت میں اُس سے ملاقات کی اور مشورہ کیا‘ اور شاور کو قتل کرنے کی تحریک کی‘ مگر شیرکوہ نے یہ بات پسند نہ کی۔

لیکن چند روز کے بعد‘ ایک دن شاور شیرکوہ سے ملنے اُس کے لشکر میں آیا تو معلوم ہُوا کہ شیرکوہ امام شافعیؒ کے مزار پر گیا ہُوا ہے۔ شاور نے بھی اُدھر کا رُخ کیا۔ صلاح الدین ایوبی اور عزالدین جردیک دونوں اُس کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں قابو پا کر شاور کو گھوڑے سے گرا دیا اور پکڑ کر خیمے میں قید کر دیا اور اُس کے ہمراہیوں کو بھگا دیا۔ عاضد نے جب شاور کے پکڑے جانے کی خبر سُنی تو اُس کا سر مانگ لیا۔ عاضد کی تحریک پر عزالدین جردیک نے اُس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔

عاضد نے شیرکوہ کو ملک المنصور امیر الجیوش کا خطاب دیا اور مصر کا پورا انتظام و انصرام اُس کے سپرد کر دیا۔ شیرکوہ نے آزادی سے اپنی فوج کے واسطے جاگیریں اور تنخواہیں مقرر کیں۔ اُس کا مشیر اور منتظم صلاح الدین تھا۔ اُسے تمام اختیارات حاصل تھے۔ صلاح الدین کے حسن تدبر اور حکمت و دانائی سے شیرکوہ کی چند روزہ وزارت اچھی طرح چل گئی۔

شیرکوہ صرف دو ماہ وزارت پر مامور رہا۔ اس دوران میں اُسے خناق کا مرض لاحق ہوگیا اور وہ 23 مارچ 1169ء کو انتقال کر گیا۔ وہ وزارت کے لیے اپنے جانشین کے طور پر صلاح الدین کے حق میں وصیت کر گیا‘ مگر نورالدین کے شامی لشکر کے دوسرے مقتدر امراء وزیر بننے کے خواہش مند تھے۔ ان میں ایک تو صلاح الدین کا ماموں شہاب الدین محمود تھا۔ دوسرا قطب الدین‘ تیسرا سیف الدین‘ اور چوتھا عین الدولہ باروقی تھا۔

ملک الناصر کا خطاب

خلیفہ عاضد صلاح الدین کی طرف مائل تھا۔ فقیہ قاضی ضیاء الدین کی کوشش سے سوائے عین الدولہ کے تینوں ناراض امراء نے صلاح الدین کی وزارت کو تسلیم کر لیا۔ عین الدولہ واپس دمشق چلا گیا۔ خلیفہ عاضد نے صلاح الدین کو ملک الناصر کا خطاب دیا۔ اُس نے وزارت کا جو منشور صلاح الدین کے نام لکھا‘ اُس کا ترجمہ یہ ہے:۔

’’اے صلاح الدین! تُو شیر جہاد کے گھر کا پروردہ ہے۔ گھوڑوں کی پیٹھ تیرا وطن ہے اور خیموں کے سایے تیرا مسکن ہیں۔ جہاد کے گرد و غبار کے اندھیروں میں تیری خوبیوں کے ستارے چمکیں گے۔ مصائب کی مقابلہ جوئی میں تیرے مناقب پڑھے جائیں گے۔ نیزوں سے اُن کے غلاف اتار اور تلواروں کی دھاروں میں غوطہ کھا۔ اللہ کے دین کو جمع کرنے کے لیے عطیات کی گرہیں کھول دے۔ دشمن کے خون کی ندیاں بہا دے اور اُن کے سرٹیلوں پر کھڑے کر دے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہ فتح نصیب کرے جس کی نسبت امیر المومنین کا خیال ہے کہ وہ تیرے دنوں کے واسطے ذخیرہ کی گئی ہے‘ اور یہ فتح تیرے لیے ایک شہادت ہے۔‘‘

صلاح الدین ایوبی کے وزیر مقرر ہونے کے ذکر میں فرانسیسی مورخ مجاڈ لکھتا ہے: ’’شیرکوہ کی وفات پر خلیفہ العاضد نے جو ضعف سے کانپ رہا تھا‘ صلاح الدین کو وزیر مقرر کیا‘ حالانکہ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں یہ شخص اپنی لیاقت اور شہرت سے اُس کی طاقت کو غصب نہ کر لے‘ لیکن نجم الدین کے بیٹے نے بادشاہ اور فوج دونوں کے خیالات کو‘ جو اُسے ایک عیش پسند سپاہی خیال کرتے تھے غلط ثابت کر دیا۔ اُس نے اپنا چال چلن بدل دیا اور اپنے اطوار کی اصلاح کر لی۔ اب تک وہ صرف کاہلی اور حرم کی تاریک خلوت کے قابل معلوم ہوتا تھا‘ لیکن اب دفعتہً ایک نیا آدمی بن گیا جو گویا سلطانی ہی کے لیے پیدا ہوا تھا۔ اُس کی متانت‘ اُس کا دبدبہ دل میں اُس کے لیے احترام پیدا کرتا تھا۔ اُس کی فیاضی نے فوج کو اُس کے واسطے جان تک دینے پر آمادہ کر دیا۔ اُس کی عبادت اور زہد وتقویٰ کی شدت نے تمام مسلمانوں میں اُس کو عزیز ومحترم بنا دیا۔ ایک مذہبی انقلاب نے‘ جو اُس نے کسی تکلیف اور خون گرائے بغیر پیدا کر دیا‘ اُس کی دانائی اور حکمتِ عملی کو برحق ثابت کر دیا۔ ظاہر ہوگیا کہ اُس کے مقدر میں غیر معمولی عظمت وشہرت لکھی ہے۔‘‘

مجاڈ ’’مذہبی انقلاب‘‘ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے: ’’خلیفہ بغداد نے صلاح الدین کو فاطمیوں کے مذہب (شیعیت) کو برباد کرنے کے ضمن میں مبارک باد دی اور خلعت بھیجی۔ شاعروں نے تہنیتی نظمیں لکھیں اور نماز کے خطبوں میں حضرت محمد ﷺ اور نورالدین زنگی کے ساتھ صلاح الدین ایوبی کا نام بھی پکارا گیا۔‘‘ (جاری ہے)

دعائے صحت کی اپیل

☆ اُسرہ مروت کے نقیب ماسٹر محمد ایوب کافی عرصہ سے ٹانگ کی درد کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!

شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسومات کے خاتمے کی جدوجہد سے پہلوتہی کیوں کی جارہی ہے ؟

محمد سمیع

موقع تھا ایک تقریب نکاح کا۔ دولہا میاں نے فرمائش کر ڈالی قاضی صاحب سے کہ وہ شادی بیاہ کے بارے میں حاضرین سے کچھ کلام فرمائیں' شائد کہ ان کی باتوں سے سامعین میں سے کچھ لوگوں پر مثبت اثر ہو' اور اصلاح احوال کی صورت پیدا ہو۔ پہلے تو قاضی صاحب پہلو بچاتے رہے' لیکن دولہا میاں بھی کچھ کم نہ تھے' انہوں نے اپنا اصرار جاری رکھا' تو وہ راضی ہوگئے۔

قاضی صاحب نے پہلے تو خطبۂ نکاح پڑھا اور اس کے بعد ایک معروف حدیث کا آخری حصہ پڑھا جس میں حضور ﷺ نے فرمایا' کہ نکاح میری سنت ہے اور آپؐ نے یہ بات بھی بیان فرمائی کہ جسے میری سنت مرغوب نہیں اُس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث کے حوالے سے قاضی صاحب اتباع سنت کے موضوع کو وسعت بھی دے سکتے تھے اور کم از کم دو سنتیں ایسی ہیں جن کو اپنی گفتگو میں شامل کر سکتے تھے۔ اُن میں سے ایک کا تعلق انفرادیت سے ہے یعنی داڑھی اور دوسری کا اجتماعیت سے یعنی فریضۂ دعوت و اقامت دین۔ تقاریب نکاح میں چونکہ لوگوں کو مختلف وجوہ کی بنا پر شرکت کرنی ہی پڑتی ہے اور ان لوگوں میں وہ افراد بھی ہوتے ہیں جن کے چہرے داڑھی کی سنت سے محروم ہوتے ہیں' لہٰذا ایک داعی کے لئے یہ ایک اچھا موقع ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس اہم سنت کی طرف متوجہ کرے۔ اسی طرح اقامت دین کی جدوجہد کو اجاگر کرنے کی ضرورت امت مسلمہ کی موجودہ زبوں حالی کے پیش نظر جتنی آج ہے' اتنی شائد پہلے کبھی نہ رہی ہو' کیونکہ نظام عدل اجتماعی دنیا میں کہیں بھی نافذ نہیں ہے۔ اِس لئے دنیا بھر میں مسلمان استحصالی نظام اور قوتوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔

رسوم کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے قاضی صاحب نے فرمایا کہ ہر علاقے کا اپنا اپنا کلچر ہوتا ہے۔ افریقی ممالک کا اپنا کلچر ہے۔ اسی طرح دیگر اقوام عالم کا معاملہ ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر لوگ اپنے کلچر کے تحت خوشی مناتے ہیں۔ متحدہ ہندوستان میں چونکہ ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے رہے ہیں، لہٰذا یہاں کا بھی ایک کلچر ہے۔ اِسی کے مطابق شادی بیاہ کی تقریبات منائی جاتی ہیں' اور لوگ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان رسومات میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جو بات ذہن نشین کرنے کی ہے وہ یہ کہ ان مواقع پر اسراف سے بچا جائے' اور زیادہ سے زیادہ سادگی اپنائی جائے۔

میں سوچ رہا تھا کہ کلچر کا جادو ہمارے علماء کے سر بھی چڑھ کر بول رہا ہے۔ پہلے ہی احکامات دین پر رواج کو ترجیح دی جاتی ہے۔ لہٰذا جرگوں میں جس قسم کے فیصلے ہو رہے ہیں ان کی قباحتیں سامنے آرہی ہیں۔ کاروکاری، ونی اور پتہ نہیں اور کتنی ظالمانہ رسوم و رواج ہیں جن کے خلاف علماء کے حلقہ سے کوئی موثر آواز بلند نہیں ہو رہی۔

> جب تک ہمارے علماء شادی بیاہ کے موقع پر رسومات کے طومار کے خلاف اُٹھ کھڑے نہیں ہوتے' لوگوں کو ان رسومات کے اثرات بد سے آگاہ نہیں کرتے معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں

کلچر کے نام سے غلط رسومات اور ناروا رواجات کی حمایت میں دانشوروں کے ایک خاص حلقے سے آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں' مگر لگتا ہے اب بعض علماء بھی اس میں شامل ہوگئے ہیں۔ یہ اندازِ فکر خاصا تشویشناک ہے۔ علماء کو یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ کلچر کو فروغ دیا جائے یا سنت رسول ﷺ کو۔ ہم مسلمانوں کو تو پیغمبر اسلام ﷺ کے اسوہ کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔ آپؐ کی سنت کی پیروی کی تعلیم دی گئی ہے' لہٰذا درست طرزِ عمل یہ ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر صرف انہیں باتوں پر اکتفا کیا جائے جو اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اور غیر اسلامی رسومات کو کلیتاً ترک کر دیا جائے۔

قاضی صاحب نے مزید فرمایا کہ مہندی کی رسم بھی سادگی کے ساتھ ہونی چاہئے (مایوں اور ابٹن وغیرہ کے تذکرے سے انہوں نے کیوں گریز کیا' یہ تو وہی جانتے ہوں گے) اور شادی کے موقع پر چراغاں کے ذریعہ خوشی کا اظہار کرنے میں کوئی قباحت نہیں' لیکن بات وہی ہے کہ اسراف نہ ہو، عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع نہ ہو۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ قاضی صاحب نے نہ تو جہیز کی رسم پر کوئی بات کی، نہ بارات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور نہ ہی نکاح کے موقع پر لڑکی والوں کی جانب سے دعوت طعام کے بارے میں کوئی بات کی۔ حالانکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں کہیں ثبوت نہیں ملتا۔

مولانا کی باتوں سے عمومی تاثر یہی ملا کہ شادی بیاہ کے مواقع پر جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ ہر معاملہ دین کے احکامات کے تابع ہو۔ سوال یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں دین کے احکامات کو کہاں مدنظر رکھا جاتا ہے۔ کیا رسومات کے اس طوفان میں احکام دین پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے۔ اس کا جواب ایک عام آدمی بھی نفی میں دے گا۔ یاد رکھئے! جب تک ہم شادی بیاہ اور نکاح مسنونہ کے ضمن میں دینی احکامات تک محدود نہیں رہیں گے، اصلاح احوال کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان ناروا رسومات کے خاتمے کی تحریک چلائی جائے جن کا ثبوت جو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں نہیں ملتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہمارے علماء شادی بیاہ کے موقع پر رسومات کے طومار کے خلاف اُٹھ کھڑے نہیں ہوتے، لوگوں کو ان رسومات کے ان اثرات بد سے آگاہ نہیں کرتے جو معاشرے پر پڑ رہے ہیں، معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ موثر کردار ہمارے نکاح خوان حضرات ادا کر سکتے ہیں۔ داعی دین تو ایسے مواقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو قید خانے میں تبلیغ کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا' جب دو نوجوانوں نے ان سے اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر جاننی چاہی۔ نکاح کی مسنون تقریب میں لوگ مارے باندھے چلے آتے ہیں اور ظاہر کہ ان کی اکثریت دین کے بنیادی فرائض پر ہی عمل پیرا نہیں ہوتی تو اس موقع سے اگر فائدہ نہ اٹھایا جائے' تو اصلاح رسوم کی ذمہ داری کیسے ادا کی جا سکتی ہے۔

تحفظِ حقوقِ نسواں کے نام سے

حدود آرڈیننس میں مجوزہ ترامیم

حافظ حسن مدنی

تحفظ حقوق نسواں کے نام سے حدود آرڈیننس میں مجوزہ ترمیمی بل گزشتہ دو تین ماہ عوام اور خواص میں زیرِ بحث رہا۔ یہ امر روز اوّل سے واضح تھا کہ بل میں مجوزہ ترامیم قرآن وسنت سے متصادم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مستند علماء کرام اور دینی وعلمی حلقوں سے کہیں سے بھی اُسے سند جواز نہ مل سکی' اور اِس کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ تاہم ارباب اقتدار مسلسل یہ پروپیگنڈا کرتے رہے کہ اِس بل کی ایک بھی شق قرآن وسنت کے منافی نہیں۔ یہ بل اور اِس کی ترامیم کس قدر اسلامی تھیں اور کتنی اسلام سے متصادم' زیر نظر مضمون میں اِسی بات جائزہ لیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مضمون حکومت اور اس کی مقرر کردہ علماء کمیٹی اور متحدہ مجلس عمل کے مابین حالیہ مذاکرات اور اُن کے نتیجے میں حکومت کی جانب سے ظاہر کی جانے والی لچک سے پہلے کا تحریر کردہ ہے۔ (ادارہ)

آخرکار حدود آرڈیننس میں اس 'روشن خیال' ترمیم کے چہرے سے پردہ اُٹھ ہی گیا جس کے بارے میں تمام ذمہ داران کو اسمبلی میں باقاعدہ پیش ہونے سے قبل مخفی رکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اور اس ترمیمی بل کے لئے فضا کو سازگار بنانے کے غرض سے تین ماہ سے قوم کو مضحکہ خیز اور یک طرفہ پروپیگنڈے کے بخار میں مبتلا کیا گیا تھا جس پر بظاہر تو ایک اخباری گروپ نظر آرہا تھا لیکن اس کی پشت پناہی کے لئے حکومت کی پوری ابلاغی مشینری متحرک تھی۔ سوال یہ ہے کہ ''حدود اللہ پر بحث نہیں' لیکن حدود آرڈیننس کوئی خدائی قانون نہیں'' کا نعرہ بلند کرنے اور اسے حدود قوانین پر بحث کی وجہ جواز بنانے والوں نے جو ترامیم پیش کی ہیں' کیا اب وہ اللہ کی طرف سے براہِ راست نازل شدہ ترامیم لے کر آئے ہیں۔ حدود قوانین کے نفاذ کے موقع پر اگر مسلمانانِ پاکستان کو ان پر اتفاق تھا جسے بعد کی پانچ اسمبلیوں نے سند جواز بخش کر صدارتی آرڈیننس سے حدود قوانین کا درجہ دیا' تین بار مختلف اسمبلیوں میں ان قوانین میں ترمیم کا بل پیش ہوا جسے سندِ قبولیت نہ مل سکی' تو اس کے بالمقابل وہ 'خدائی' ترامیم جو اپنے یومِ آغاز سے پوری قوم کو منتشر کر چکی ہیں' ان کی کیا حیثیت ہے؟ جس کا ثمرہ یہ ہے کہ پوری قوم میں ہر جگہ مباحثہ ومجادلہ کی کیفیت طاری ہے۔

پھر 'حدود قوانین' کوئی عام قانون نہیں کہ اس میں علمائے دین کی رائے کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ اِن میں ترمیم خالصتاً شریعتِ اسلامیہ کا موضوع ہے۔ اس لیے منطقی طور پر قرآن وسنت پر مبنی قوانین پر تبصرہ کرنے کی سب سے پہلی ذمہ داری علمائے کرام ہی کے کندھوں پر آتی ہے۔ لیکن سخت کوشش کے باوجود منبر ومحراب سے اس 'روشن خیال بل' کی حمایت میں ایک لفظ بھی ادا نہیں کروایا جاسکا۔ اب ہم ایک نظر اس بل کے مندرجات پر ڈالتے ہیں:

1۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ حد زنا آرڈیننس کی کل دفعات 22 ہیں' جبکہ اس بل میں مجوزہ ترامیم کی تعداد 30 ہے' گویا ترمیم اصل قانون سے بھی زیادہ طویل ہے۔

2۔ حکومت کا دعویٰ یہ تھا کہ حدود آرڈیننس کو منسوخ نہیں کیا جائے گا' جب کہ ان ترامیم پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یقین ہو جاتا ہے کہ ترمیم کے نام پر حدود قوانین کو ہی منسوخ کر دیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ اس بل کے ذریعے حد زنا آرڈیننس کی کل 22 دفعات میں سے 12 دفعات (3,6,7,10,11,12,13,14,15,16,18,19) کو مکمل طور پر منسوخ کیا جا رہا ہے اور مزید 6 دفعات (2,4,8,9,7 اور 20) میں جزوی حذف وترمیم تجویز کی گئی ہے۔ اس عمل کے بعد صرف 4 دفعات باقی ایسی ہیں جو اپنی اصل شکل میں حدود قوانین میں موجود ہیں۔

(دیکھئے بل میں مجوزہ ترامیم: 11 تا 19)

حدود قوانین کو پولیس کی رپورٹنگ سے نکال کر سیشن کورٹ کے دائرۂ عمل میں لانے سے بھی عملاً ایسے واقعات کی روک تھام اور رپورٹ انتہائی مشکل ہو جائے گی

3۔ ایسی ''ظالمانہ'' دفعات جن کی منسوخی کا تقاضا کیا گیا ہے' ان میں سے چند ایک بطورِ مثال ملاحظہ بھی فرمالیجئے:

☆ دفعہ 2 کی شق 'ہ' کو نکال دیا گیا ہے جس کی رو سے شادی شدہ زانی کے لئے رجم کی سزا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مرتبین میں حدِ رجم کے منکرین شامل ہیں۔

☆ دفعہ 3 کو کلی طور پر حذف کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے' اس دفعہ کا قصور یہ ہے کہ اس کی رو سے حدود قوانین (حدود اللہ) کو تمام دیگر قوانین پر برتری دی گئی ہے۔

☆ دفعہ 4 میں ہر اس مباشرت کو زنا قرار دیا گیا تھا جو دو مرد وعورت جائز نکاح کے بغیر کریں۔ لیکن اس دفعہ میں جائز نکاح کے لفظ سے 'جائز' کو حذف کیا جا رہا ہے۔

☆ حدود قوانین سے مذاق کی انتہا یہ ہے کہ پہلی 9 دفعات میں جن جرائم کا تذکرہ اور ان کی تعریفات متعین کی گئی ہیں' بعد ازاں 10 تا 19 (یعنی 10) دفعات میں ان کی سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حدود قوانین کو معطل کرنے کا بہترین طریقہ یہ سوچا گیا ہے کہ ان تمام جرائم کی سزا کو ہی حذف کر دیا جائے' یاد رہے کہ یہ دس دفعات ان جرائم کی سزا پر مبنی ہیں۔

4۔ یہی رویہ حدِ زنا آرڈیننس کے علاوہ حدِ قذف آرڈیننس کے ساتھ بھی اختیار کیا گیا ہے جس کی 8 دفعات (4,10,11,12,13,15,16,19) کو کلی طور پر منسوخ اور 6 دفعات (1,6,8,9,14 اور 17) میں حذف وترمیم کی گئی ہے۔ اس آپریشن کے بعد محض تین چار دفعات ہی صحیح سالم باقی رہ گئی ہیں۔ (دیکھئے بل میں مجوزہ ترامیم: 20 تا 29)۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر حذف وترمیم کے بعد موجودہ بل کو ترمیم سے تعبیر کیا جائے یا اسے حدود بل کی منسوخی قرار دیا جائے؟

5۔ اب ایک نظر ان ترامیم کی شرعی وقانونی حیثیت پر بھی جن کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ ''ان میں سے کوئی بھی کتاب وسنت کے خلاف نہیں'' چودھری شجاعت حسین کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ 'اگر ایک ترمیم بھی خلافِ اسلام ہو تو وہ اس بل کی حمایت ترک کر دیں گے۔ بل کی سفارشات ملاحظہ فرمائیں اور قرآن وسنت کی مقدس تعلیمات بھی' پھر فیصلہ خود کیجئے:

1۔ بل کی ترمیم نمبر 6 کی رو سے زنا بالجبر کی سزا کو سزائے موت قرار دیا ہے جو خلافِ اسلام ہے۔ کیونکہ اسلام نے زنا بالجبر کی صورت میں سزائے موت کے بجائے شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری قرار دی ہے' چاہے وہ عورت کی رضا سے زنا کرے یا جبر سے۔ گویا اسلام میں زنا ایک جرم ہے جس کی تقسیم رضا اور جبر کے کے بجائے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ زنا بالقتل (زنا کے ساتھ قتل) کی طرح زنا بالجبر بھی اسلامی حدود وتعزیرات کی کوئی اصطلاح نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ حدیث کی مشہور کتاب موطا امام مالکؒ میں ہے کہ ''آپؓ نے زنا بالجبر کے ایک کنوارے مجرم کو کوڑے اور جلاوطنی کی سزا دی' پھر جلاوطنی کاٹ کر واپس آنے کے بعد اسے زنا پر مجبور کی جانے والی عورت سے شادی کرنے کا حکم دیا۔'' (کتاب الحدود' حدیث: 13)

اسی طرح صحیح بخاری میں یہ واقعہ درج ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے زنا بالجبر کے ایک مجرم کو کوڑوں کی حد لگائی اور اس کو جلا وطن کر دیا' نہ کہ اس کو سزائے موت سنائی۔"

2۔ اس ترمیمی بل کی سب سے خطرناک شق "17" ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ "حدزنا آرڈیننس کی دفعات 10 تا 16 اور 18' 19 حذف کر دی جائیں گی۔" بالخصوص دفعہ 19 کو حذف کرنے کی اہمیت یہ ہے کہ دفعہ 19 کی ذیلی شق 3 کے ذریعے پاکستان میں زنا بالرضا کے انگریز دور کے 8 قوانین معطل کر دیے گئے تھے' جس کی ضرورت یہ تھی کہ تعزیرات پاکستان کے سابقہ قانون (دفعہ 497) کی رو سے زنا بالرضا کوئی جرم ہی نہیں تھا' بلکہ صرف وہ زنا جرم تھا جس میں شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی بدکاری کا ارتکاب کرے۔ چنانچہ 1979ء سے قبل پاکستان میں کسی کنواری' بیوہ یا مطلقہ کی رضامندی سے زنا قانوناً جرم متصور نہیں ہوتا تھا۔ جبکہ بیوی کے ساتھ اُس کے شوہر کی اجازت کے بغیر زنا کرنے کی سزا محض 5 برس تھی' یہ جرم قابل ضمانت بھی تھا جس کے خلاف صرف شوہر ہی شکایت کر سکتا تھا۔ موجودہ ترمیمی بل میں اس سابقہ قانون کو بحال کرنے کے لیے دفعہ 19 کو کلی منسوخ کرنے کی ترمیم پیش کی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پھر وہی دورِ جاہلیت لوٹ آئے گا کہ پاکستان میں کنواری' بیوہ یا مطلقہ کا زنا بالرضا کوئی جرم ہی نہیں رہے گا۔ یہ اس بل کی سب سے خطرناک بلکہ شرمناک ترمیم ہے۔ جو صرف خلاف اسلام ہی نہیں بلکہ اللہ سے جنگ اور اسلام سے بغاوت کے مترادف ہے۔ کیا ایک مخصوص گروپ کے ذرائع ابلاغ نے تین ماہ تک اسی مقصد کے لیے عوام کو "ذرا سوچئے" اور پارلیمنٹ کو "کب سوچنے" کی دہائی مچا رکھی تھی اور کیا پاکستانی پارلیمنٹ کے معزز اراکین اور زعمائے قوم ایسی ترمیم کے حق میں اپنے ووٹ استعمال کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دینا چاہتے ہیں؟

یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ ایسے بل کا احترام کیا جائے یا اس کو ردی کی ٹوکری کی نذر کیا جائے جیسا کہ مجلس عمل نے قومی اسمبلی میں کیا ہے؟

3۔ ان ترامیم کے ذریعے بڑی ڈھٹائی سے باہم متضاد قانون سازی کی جارہی ہے۔ کیونکہ سابقہ تعزیراتِ پاکستان (درحقیقت تعزیراتِ برطانوی ہند) کی دفعات کو دوبارہ زندہ کر دینے سے ایک طرف کنوارے یا کنواری کے لئے زنا بالرضا کی صورت میں بدکاری کی کوئی سزا نہیں رہے گی مگر دوسری طرف حدود قوانین میں ان کے لئے سزا موجود ہے۔ ایسے ہی تعزیراتِ پاکستان میں زنا بالجبر کے حوالے سے نئی دفعات کا اضافہ کرنے کے بعد زنا بالجبر کے مجرم کے لئے تو سزائے موت کا فیصلہ کیا جائے گا جبکہ حدود قوانین کی رو سے کنوارے زانی کو محض 100 کوڑوں کی سزا ہونی چاہئے۔ گویا اس ترمیم کی بعض دفعات سے باہم متضاد قوانین جنم لے رہے ہیں۔ اس تضاد کا ظالمانہ اور باغیانہ حل یہ تجویز کیا گیا ہے کہ حدود آرڈیننس کی دفعہ 3 کو منسوخ کر دیا جائے تا کہ اس کے بعد حدود قوانین کی تعزیرات پاکستان پر کوئی برتری باقی نہ رہے۔ نتیجتاً حدود قوانین کی بچی کھچی دفعات کی حیثیت بھی متضاد اور دوہری قانون سازی کی بنا پر عملاً محض نمائشی رہ جائے گی اور بظاہر پاکستان میں حدود اللہ کا نام تو باقی رہے گا لیکن زنا قانوناً جرم ہی نہیں ہوگا۔

نیز یہ بات بھی خلاف اسلام ہے کہ ایک طرف انگریز کے بنائے ہوئے ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء کے قوانین یا انسانی قوانین کو تو ترجیح حاصل ہو' لیکن اللہ کے قوانین کو ایک اسلامی مملکت میں کوئی نمایاں جگہ نہ مل سکے۔ جبکہ قرآن کی رو سے نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو قبول نہ کرنے والوں کا دین وایمان خطرے میں ہے۔ (دیکھئے سورۃ النساء: 65)

4۔ مجوزہ ترمیم نمبر 9 میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ رپورٹ شکایت کے مرحلے پر ہی مدعی کے علاوہ چار تحریری حلفیہ گواہیاں بھی جمع کرائی جائیں۔ قانون کے اجرا کا یہ طریقہ خلاف اسلام' خلاف قانون اور خلاف عقل ہے۔ دورِ نبوی ﷺ کے متعدد واقعات میں زنا کی شکایتیں محض ایک شخص کے کہنے پر درج کی گئیں۔ (دیکھیں محولہ بالا حدیث موطا امام مالک) یوں بھی اسلام کی رو سے زنا کرنے والے مرد یا عورت کا اکیلا اعتراف بھی ان پر حد کی سزا قائم کرنے کے لئے کافی ہے' ان کے لئے چار گواہوں کی ضرورت نہیں۔ (صحیح مسلم: رقم 3207) پھر اسلام میں زنا پر چار گواہیاں بھی مدعی کو شامل کر کے چار شمار کی جاتی ہیں' نہ کہ اس کو نکال کر جبکہ ترمیم نمبر 9 کی ذیلی شق 2 میں مدعی کے علاوہ مزید چار گواہیاں ضروری قرار دی گئی ہیں جو خلاف اسلام ہے۔

یہ ترمیم خلاف قانون اس طرح ہے کہ پاکستان میں اس سے بھی زیادہ سنگین جرائم مثلاً بغاوت یا قتل وغیرہ کے لئے پہلے مرحلہ پر ہی جرم کو مکمل ثابت کرنے کا تقاضا نہیں کیا جاتا' حدود قوانین کے خلاف ہی یہ امتیاز کیوں برتا جارہا ہے؟

اور خلاف عقل اس لئے کہ ہر جرم کی گواہیاں اس مرحلے پر لی جاتی ہیں' جب جرم کا فیصلہ کر کے مجرموں کو سزا سنانا یا بری کرنا مقصود ہو' جبکہ FIR (فرسٹ انفارمیشن رپورٹ) میں تمام گواہیاں ضروری نہیں ہوتیں۔ یہ رپورٹ دراصل جرم کے خلاف پولیس کے کام میں معاونت ہے کیونکہ جرائم کی روک تھام اور اس کی خلاف ورزی کی شکایت کرنا پولیس ہی کی ذمہ داری ہے۔ اس کی بجائے رپورٹ کرنے والے کو چار گواہوں کا پابند کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے رپورٹ کر کے قانون کی مدد کی بجائے بذاتِ خود ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے' لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ پہلے اپنی صفائی پیش کرے۔ گویا اس ترمیم کے ذریعے مجرموں کی حوصلہ افزائی اور مدعی کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔ یوں بھی اگر اس جرم کے عمل سے پولیس کو نکال دیا جائے تو معاشرے میں عصمت فروشی کے اڈوں کی راہ میں حائل تھوڑی بہت رکاوٹ بھی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

مزید برآں حدود قوانین کو پولیس کی رپورٹنگ سے نکال کر سیشن کورٹ کے دائرۂ عمل میں لانے سے بھی عملاً ایسے واقعات کی روک تھام اور رپورٹ انتہائی مشکل ہو جائے گی۔ پنجاب بھر کے 34 اضلاع میں صرف ایک ایک سیشن عدالت ہے۔ ان عدالتوں میں اس طرح کے کیسوں کا اندراج عام شہری کے لئے انتہائی مشکل ہوگا۔ بعض اضلاع تو اس قدر وسیع و عریض ہیں کہ ایک رپورٹ درج کرانے کے لئے بعض اوقات پورا دن درکار ہوتا ہے۔ یوں بھی ان عدالتوں کے اوقاتِ کار تھانوں کے برعکس کافی محدود ہوتے ہیں۔

5۔ ترمیم نمبر 9 کی ذیلی دفعہ 5 کے الفاظ یہ ہیں کہ "اگر عدالت کا افسر صدارت کنندہ مدعی اور چار یا زائد گواہوں کے حلفیہ بیانات کے باوجود یہ فیصلہ دے کہ کارروائی کے لئے کافی وجہ موجود نہیں ہے تو وہ رٹ کو خارج کر سکے گا۔ اب ترمیم نمبر 22 کو پڑھئے کہ "عدالت کا افسر صدارت کنندہ مجرم کو بری کرتے ہوئے اگر مطمئن ہو کہ جرم قذف مستوجب حد کا ارتکاب ہوا ہے تو وہ قذف کا کوئی ثبوت طلب نہیں کرے گا اور حد قذف کے احکامات صادر کرے گا۔"

ان ترامیم سے پتہ چلا کہ چار گواہوں کے بعد بھی زنا کے ملزم کی بریت جج کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے اور دوسری طرف مدعی پر از خود قذف کی سزا لاگو ہو جائے گی' اور اس صورت میں مدعی کے خلاف قذف کے کسی ثبوت یا عدالتی کارروائی کی ضرورت نہ ہوگی' محض جج کا ذاتی اطمینان ہی کافی ہوگا۔ ان ترامیم کی رو سے ایک طرف زنا کے ملزمین کو غیر معمولی تحفظ دیا جا رہا اور ان کے خلاف رپورٹ کو مشکل تر بنایا جا رہا ہے اور دوسری طرف رپورٹ کرانے والے پر قذف کی سزا لاگو کر کے اس کو بنیادی حقوق مثلاً ثبوت الزام کے لئے مطلوبہ گواہوں اور عدالتی کارروائی وغیرہ سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ اس ترمیم کا مقصود و مدعا واضح ہے' ملزم کو ظالمانہ ترجیح کس بنیاد پر اور رپورٹ کرنے والے پر ظلم کیونکر؟ یہ امتیاز اور ترجیح کیا اسلام اور قانون کے تقاضوں کے مطابق ہے؟

6۔ ترمیم کے آخری پیراگراف کے یہ الفاظ بھی محل نظر ہیں: "صرف سیشن کورٹ ہی مذکورہ مقدمات میں سماعت کا اختیار رکھتی ہے۔ اور یہ جرائم قابل ضمانت ہیں تاکہ ملزم دورانِ سماعت جیل میں یاسیت کا شکار نہ رہے۔ پولیس کو کوئی اختیار نہیں ہو کہ وہ مذکورہ مقدمات میں کسی کو گرفتار کرے۔"
(بل کا متن بحوالہ قومی اخبارات: 22 اگست 2006ء)

ان ترامیم کے اثرات ونتائج جاننے کے لئے اس مثال سے مدد لینا مناسب ہوگا:

فرض کیجئے کہ ایک جگہ زنا کا وقوعہ ہوتا ہے' اوّل تو یہ پولیس کے دائرہ عمل سے ہی باہر ہے کہ وہ اس کی رپورٹ درج کرے۔ اب ایسا شخص کہ جس کی عزیزہ سے زیادتی ہوئی ہے' وہ دادرسی کے لئے شکایت درج کرانے نکلتا ہے تو سب سے پہلے چار گواہوں کو تیار کرنا اس کی ذمہ داری ہے جو تحریری حلفیہ گواہی دے سکیں۔ اس مرحلے پر عدالتوں میں سماعت و دادرسی کی ناگفتہ بہ صورتِ حال اور حد قذف کی لٹکتی تلوار سے ڈر کر کوئی آدمی اس مقصد کے لئے راضی ہی نہیں ہوگا۔ انہیں راضی کرنے میں ہی وہ شریف آدمی اپنی عزت کی مزید رسوائی تو کمالے گا جبکہ ابھی زنا کے حقیقی مجرموں کی سزا کا دور دور تک کوئی

امکان نہیں۔ اب دور دراز سے سفر کر کے مدعی اور چار گواہ سیشن عدالت میں جا پہنچتے ہیں تو وہاں چاروں گواہ حلفیہ تحریری بیان جمع کرائیں گے۔ اگر اس کے باوجود عدالت کو وقوعہ پر ہی اطمینان نہ ہوا تو ان گواہوں پر قذف کی سزا از خود لاگو ہو جائے گی' جہاں عدالت میں مزید کسی ثبوت یا ملزم کو اپنے دفاع کی گنجائش بھی نہیں ملے گی۔ بالفرض اگر عدالت ان کی گواہی سے مطمئن ہو کر مقدمہ داخل سماعت کر لیتی ہے' تب بھی مجرموں کو فکر مندی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہ جرم قابل ضمانت ہے' اور عدالت کو ان کی یاسیت اور محرومی کا بھی پورا پورا احساس ہے۔

ان حالات میں عوام کو فیصلہ صرف اس بات کا کرنا ہے کہ اصل مجرم وہ ہے' جس نے زنا کا ارتکاب کیا یا وہ جس نے اس

ہوتی ہیں جیسا کہ مغربی سکولوں کے اعداد و شمار میں اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے' کیونکہ زنا کا تعلق ذہنی بلوغت کے بجائے جسمانی بلوغت اور جنسی فعل کو کرنے کی صلاحیت سے ہے۔ پھر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 83 کے تحت 12 برس تک کے بچے کو ہی فوجداری جرم سے استثنا کی رعایت مل سکتی ہے لیکن اس ترمیم میں یہ رعایت 16 برس تک دی جا رہی ہے۔ زنا کے جرم سے ہی یہ امتیاز کیوں برتا جا رہا ہے؟

الغرض حدود قوانین کے حوالے سے تمام پروپیگنڈے کا آغاز' یہ خدائی قانون نہیں' کہہ کر کیا گیا اور آخر کار اس سے کہیں بدتر اور متنازعہ انسانی قانون کو پیش کر دیا گیا۔

☆ دعویٰ کیا گیا کہ قوم کو تقسیم کرنے والے ایشوز پر اتفاق

اس بل میں بعض ترامیم اسلامی احکامات کے صریح خلاف ہیں' جبکہ سزا کا طریق کار اس قدر غیر متوازن ہے کہ اس کے ذریعے کسی کا جرم زنا کی سزا پانا ممکن نہیں رہتا' جس کا نتیجہ ملک میں بے راہ روی کے مزید فروغ اور فحاشی و بے حیائی کی صورت میں نکلے گا

کو دیکھنے کا گناہ کیا اور جس کی عزت سر بازار پامال ہوئی؟ زنا بالجبر کے جرم کا شکار تو خود عورت ہوتی ہے' اس کے لئے چار گواہوں کی شرط کے بعد قانون کی مدد لینا کیونکر ممکن ہو گا۔ کیم ستمبر کے اخبارات میں سلیکٹ کمیٹی کی یہ متفقہ ترمیم شائع ہوئی ہے کہ زنا بالجبر میں بھی چار گواہ لازمی کر دیے جائیں' اس کے بعد یہ بل زنا کی شکار عورت پر صریح ظلم بن گیا ہے نہ کہ تحفظ خواتین بل۔ زنا بالرضا انگریز دور کے قوانین بحال ہونے کی بنا پر جائز' حدود قوانین تمام دیگر قوانین کے تابع اور زنا بالجبر میں بھی عورت کے لئے چار گواہ۔ نتیجہ واضح ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں زنا کے لئے ہر طرح کی کھلی چھوٹ مل گئی۔

7۔ حدود آرڈیننس میں زنا کے علاوہ اقدام زنا' فحاشی اور مبادیات زنا کی بھی سزائیں مقرر کی گئی تھیں' جب جنسی فعل کی مکمل شہادتیں پوری نہ ہوں تو اس وقت فحاشی کے ارتکاب کے جرم میں تعزیرات دی جاتی تھیں۔ موجودہ ترمیم میں ایسے تمام جرائم کی سزاؤں کو منسوخ کرنے کی سفارش کی گئی ہے' جس کے بعد یہ چیزیں بھی جرم نہ رہیں گی۔

8۔ اسلام نے زنا کے چار گواہوں کے لئے مسلم اور عادل ہونے کی شرط لگائی ہے' جبکہ موجودہ ترمیمی بل کے بعد یہ گواہی غیر مسلم بھی دے سکتے ہیں جو کہ غیر اسلامی ہے۔

9۔ مجوزہ ترامیم کی شق 5 کی ذیلی دفعہ پنجم میں 16 برس سے کم عمر کی لڑکی سے ہونے والے زنا کو لازماً زنا بالجبر قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ پیش کی گئی ہے کہ اس سے کم عمر لڑکی کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ ترمیم بھی خلاف اسلام اور زمینی حقائق سے متصادم ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے 16 برس تک لڑکی کے زنا کو قانونی تحفظ دیا گیا ہے کہ ایسے زنا کو لازماً زنا بالجبر تصور کر کے لڑکی کو سزا سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بلوغت کے فوراً بعد ہی بے شمار لڑکیاں زنا بالرضا کی مرتکب

رائے پیدا کرنے کے لئے ''ذرا سوچئے'' کی مہم چلائی گئی ہے۔ لیکن قوم اس بحث سے پہلے متحد تھی' اب کہیں زیادہ تقسیم ہو گئی ہے!!

☆ دعویٰ کیا گیا کہ یہ قانون خواتین کے تحفظ کے لئے ہے جبکہ موجودہ قانون کی صورت میں زنا کرنے والے مرد کے خلاف شکایت کو ناممکن بنا کر خواتین سے مزید ظلم کیا جا رہا ہے۔

☆ دعویٰ کیا گیا کہ حدود قوانین کو منسوخ نہیں کیا جائے گا' لیکن یہ ترامیم نہایت بھونڈی اور یک لخت منسوخی سے کہیں زیادہ ہیں۔

☆ پروپیگنڈا کیا گیا کہ ''کتاب و سنت کے خلاف ایک بھی شق نہیں ہو گی'' لیکن یہاں پر قرآن و سنت کے خلاف سزاؤں کے علاوہ طریق کار ایسا بنایا گیا ہے کہ عملاً سزا کا امکان ہی باقی نہیں رہتا۔ بل کے اس مختصر جائزے سے یہ بھی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ترمیم حدود آرڈیننس کی بجائے دراصل حدود اللہ میں کی جا رہی ہے!!

اس بل میں بعض ترامیم اسلامی احکامات کے صریح خلاف ہیں' جبکہ سزا کا طریق کار اس قدر غیر متوازن ہے کہ اس کے ذریعے کسی کا جرم زنا کی سزا پانا ممکن نہیں رہتا' جس کا نتیجہ ملک میں بے راہ روی کے مزید فروغ اور فحاشی و بے حیائی کی صورت میں نکلے گا۔ بے راہ روی کا مردوں کے بجائے عورتوں کو زیادہ نقصان ہے' آخر کار یہ بل ''تحفظ حقوق نسواں'' کے بجائے ''بدکاری لائسنس'' قرار پائے گا جس سے پاکستان میں خواتین کی حرمت و تقدس پامال ہونے کا خطرہ کہیں زیادہ بڑھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اراکین اسمبلی اور حکمرانوں کو ہدایت دے کہ چند روزہ اقتدار کے لئے وہ اللہ کی حدود سے یہ مذاق اور کھیل بند کریں' اللہ کی گرفت دنیا میں بھی سخت ہے اور آخر کار روز محشر سب کو اس کے حضور جواب دہ ہونا ہی ہے۔

''تحفظ خواتین بل 2006ء میں خلاف اسلام ترامیم کی فہرست''

a) زنا بالجبر کی صورت میں سزائے موت غیر اسلامی ہے' کیونکہ کنوارے زانی کی سزا موت نہیں ہے چاہے وہ زنا بالجبر ہی کرے۔

b) PPC میں 1979ء سے قبل انگریز دور کے قوانین زنا بحال ہو جائیں گے (حدود آرڈیننس کی دفعہ 19 کو منسوخ کر دینے سے) جن میں کنواری' بیوہ یا مطلقہ کے لئے زنا کوئی جرم ہی نہیں اور شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کی زنا کاری کی سزا بھی محض 5 سال ہے۔ پھر کنواروں کے لئے زنا کی سزا 100 کوڑے ہے' نہ کہ محض 5 یا 7 سال!

c) حدود قوانین صرف نمائشی ہوں گے ورنہ عملاً معطل ہو جائیں گے کیونکہ PPC اور حدود میں تضاد کے بعد' PPC پر بچے کھچے حدود قوانین کی برتری کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔ (حدود آرڈیننس کی دفعہ 3 کو منسوخ کر دینے سے)

d) اسلام میں چار گواہوں میں مدعی شامل ہوتا ہے' ترمیم میں مدعی کے علاوہ چار گواہوں کا تقاضا کیا گیا ہے۔

e) پھر ہر صورت میں چار گواہ ضروری نہیں' بلکہ ملزم کا اکیلا اعتراف بھی زنا کا کافی ثبوت ہے۔

f) گواہوں کا مسلمان' عادل ہونا ضروری ہے' نئی ترمیم میں چار گواہ غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں جو غیر اسلامی ہے۔

g) سلیکٹ کمیٹی کی نئی متفقہ سفارش (اخبارات کیم ستمبر) کی رو سے زنا بالجبر میں بھی چار گواہ ضروری ہیں۔ زنا بالجبر میں اصل مظلوم تو عورت ہے' وہ چار گواہ کہاں سے لائے گی؟ نتیجہ یہ کہ زنا بالجبر کی سزا بھی معطل ہے۔ اب زنا بالرضا تو PPC کے سابقہ قوانین بحال ہونے کی وجہ سے کوئی جرم نہیں رہا' حدود آرڈیننس ویسے ہی تابع ہیں۔ عملاً پاکستان میں زنا کاری کی کھلی چھوٹ ہو گی' یہ بل دراصل ''بدکاری کا لائسنس'' ہے۔

h) اقدام زنا' فحاشی' برہنہ کرنے وغیرہ کے جرائم ناقابل سزا بنا دیے گئے ہیں۔ (حدود آرڈیننس کی دفعات 10 تا 16 کو حذف کر دینے سے)

i) چار گواہوں کے باوجود زنا کی سزا کا جج کی صوابدید پر رہنا غیر اسلامی ہے اور قذف کی سزا دینے کے لئے محض جج اطمینان کافی سمجھنا بھی غیر اسلامی ہے۔

j) زنا کی رپورٹ میں چار گواہوں کا تقاضا غیر اسلامی ہے' چار گواہوں کی ضرورت تو فیصلہ کے وقت ہے' رپورٹ اکیلا شخص بھی دے سکتا ہے۔

k) 16 سال سے کم عمر کی لڑکی کا ہر زنا ''زنا بالجبر'' سمجھا جائے' یہ بات بھی غیر اسلامی ہے' کیونکہ بلوغت کے بعد لڑکی کی رضامندی معتبر ہے۔ PPC کی دفعہ 83 میں یہ رعایت صرف 12 سال تک کے بچے کو حاصل ہے جبکہ اسلام میں یہ رعایت بلوغت تک حاصل ہے' اس کے بعد نہیں۔ اسے 16 سال تک کرنا غیر اسلامی ہے۔

l) حدود آرڈیننس کی کل 22 دفعات میں سے 12 کو منسوخ اور 6 میں ترمیم تجویز کی گئی ہے' صرف چار باقی رہ گئی ہے۔ کیا یہ ترمیم ہے یا منسوخی؟

☆ کیا فلمیں اور ڈرامے دیکھنا جائز ہے؟ ☆ ننگے بازوؤں کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے؟

☆ اسلامی ریاست کے ٹیلی ویژن پر عورت کا کردار کیا ہوسکتا ہے؟

☆ مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر بنانے کے لئے اسلامی تحریکیں کیا کردار ادا کرسکتی ہیں؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: کیا کسی مسلمان کا اپنے نام کو مختصر کرکے، مثلاً گلشن نوید کو G.N ' اللہ دتہ کو A.D اور ندیم احمد کو N.A لکھنا جائز ہے؟
(این اے اثم سندھو مروٹ)

ج: لکھ سکتا ہے' اس میں شرعاً کوئی حرج نظر نہیں آتا۔

س: ایک عالم دین نے کہا ہے کہ ''قرآن میں بیوہ یا مطلقہ خاتون کو عدت گزارنے کی جو ہدایت کی گئی ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ یہ معلوم ہوجائے کہ خاتون کے بیوہ ہونے یا طلاق کے وقت حمل تھا یا نہیں......لیکن اب سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حمل ہے یا نہیں' اس لیے اب عدت گزارنا ضروری نہیں رہا۔'' یہ بات معقول نظر آتی ہے اور مجھے اپیل کرتی ہے' لیکن کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے پہلے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ (فیض اللہ' لاہور)

ج: یہ عالم دین شریعت کے احکامات کی علل و حکم سے ناواقف ہیں اور غلطی پر ہیں۔ عدت کی شرط محض حمل کی تعیین کے لیے نہیں ہے۔ اگر عدت کی اصل حکمت حمل کو معلوم کرنا تھا تو ہمارا سوال یہ ہے کہ یہ تین حیض کیوں مقرر کی گئی' حالانکہ حمل کا اندازہ تو ایک حیض کے بعد ہی ہوجاتا ہے۔ ہمارا دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر عدت کی اصل حکمت حمل کو معلوم کرنا ہے تو پھر مطلقہ اور بیوہ کی عدت میں فرق کیوں ہے؟ کیا مطلقہ کا حمل تین ماہ بعد ظاہر ہوتا ہے اور بیوہ کا 4 ماہ 10 دن بعد؟ ہمارا تیسرا سوال یہ ہے کہ جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو یعنی نابالغ عورتیں اور وہ خواتین جو حیض سے مایوس ہوچکی ہوں یعنی حیض نہ آتا ہو ان کی عدت قرآن نے 3 ماہ بیان کی ہے اس کی کیا وجہ ہے جبکہ ہماری میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ دونوں صورتوں میں حمل ٹھہرنے کا امکان نہیں ہے؟ عدت کے حکم کی اصل حکمت یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے جس کی ایک نہیں' متعدد طبی' طبعی اور نفسیاتی حکمتیں ہوسکتی ہیں۔

س: جو ملازمین ٹرانسفر ہوکر ایک یا دو سال کے لیے کسی دوسرے شہر میں جاتے ہیں' معمول کے مطابق ہر ہفتے گھر جاتے ہیں اور کبھی نہیں بھی جاتے۔ اس دوران جبکہ یہ لوگ گھروں سے باہر ہوں تو مسافر کی طرح نماز قصر ادا کریں یا مقیم کی طرح پوری نماز پڑھیں؟
(عبداللہ)

ج: ایسے لوگ چونکہ ایک سال یا ڈیڑھ سال کے قیام کی نیت سے کسی دوسرے شہر میں رہائش اختیار کرتے ہیں' لہٰذا یہ لوگ مقیم کہلائیں گے اور ان کو پوری نماز ادا کرنا ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

س: کیا ایک اسلامی ریاست کے ٹی وی چینل پر عورت آسکتی ہے؟ اگر آسکتی ہے' تو اُس کا ٹی وی پر زیادہ سے زیادہ کردار کیا ہوسکتا ہے؟ (خلیق)

ج: عورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اصل دائرہ کار اس کا گھر بنایا ہے کہ وہ اپنے گھر کی ذمہ داری سنبھالے اور بچوں کی تربیت کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وقرن فی بیوتکن** ''اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔'' عورت کے ٹی وی پر آنے سے بلاضرورت شرعی گھر سے باہر آنا اور اختلاطِ مرد و زن لازم آتا ہے۔ اس لیے اس کا ٹی وی کے پروگراموں میں اصلاً کوئی رول نہیں۔

س: معاشیات کو کسی بھی قوم کی ترقی میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ موجودہ دور کی اسلامی تحریکیں مسلمانوں کی معاشی سطح بلند کرنے کے لیے عملی لحاظ سے کیا کام کرسکتی ہیں؟
(اقبال)

ج: اسلامی تحریکوں کا اصل کام دعوت و تبلیغ دین کرنا اور دینی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ جب معاشرے میں طاغوت کی حکمرانی ہو اور رائج قوانین غیر اللہ کے ہوں تو ایسے معاشرے میں تو لوگوں کے لیے انفرادی سطح پر حلال روزی کمانا ہی انتہائی مشکل ہوجاتا ہے، کجا یہ کہ اجتماعی طور پر معاشی ادارے قائم کرکے اس طاغوتی معیشت کو مستحکم کیا جائے۔ معاشی استحکام نظام عدل و قسط کے قیام سے وابستہ ہے۔ اگر بالفرض طاغوتی قوانین کے تحت معیشت مستحکم ہو بھی جائے تب بھی اُس سے معاشی استحصال ہی وجود میں آئے گا' جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں ہوتا ہے۔ ہاں انفرادی طور پر رزقِ حلال کے لیے محنت کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔

س: اگر کوئی شخص ننگے بازوؤں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو کیا اس کی نماز مکروہ ہوجائے گی؟ (عبدالغفور)

ج: عورت کے لیے ننگے بازوؤں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' مرد اگر پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

س: مختلف ڈرامہ نویس تعمیری مقاصد کے لیے ٹی وی چینلوں کے لئے ڈرامے لکھ رہے ہیں اور روپے بھی کمارہے ہیں' کیا ایسے ڈرامہ نویسوں کی آمدن کو حلال کہا جائے گا؟
(عقیل عباس)

ج: اگر ڈرامے میں کوئی غیر شرعی پہلو نہیں ہے تو اس کی آمدن حلال ہوگی لیکن اگر ڈرامے میں غیر شرعی پہلو مثلاً مرد و زن کا اختلاط' عورت کی بے حجابی وغیرہ ہوں تو پھر آمدن جائز نہیں ہے۔

س: کیا فلمیں اور ڈرامے وغیرہ دیکھنا جائز ہے؟ فلموں اور ڈراموں وغیرہ سے کافی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں اور انسان کے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ (سلیم باری)

ج: آج کل کے ڈرامے اور فلمیں فحاشی و عریانی پر مبنی ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں' اگر کوئی ایسی فلم یا ڈرامہ ہو کہ جس میں بے حجاب عورت کا کردار نہ ہو اور اس میں کوئی اور خلاف شرع بات نہ ہو تو اس کو دیکھنا جائز ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جاسکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام ماہانہ شب بیداری

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام 26 اگست کو شب بیداری کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب جناب حافظ زبیر کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد جناب جنید نذیر نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ امتِ مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہی قرآن نے یہ بتائی ہے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ جو شخص یہ راستہ اختیار کرتا ہے' وہ داعی الی اللہ ہے۔ داعی کی سب سے پہلی خصوصیت ایمان باللہ اور توکل علی اللہ ہے۔ عمل کی جڑ ایمان ہے۔ پھر یہ کہ ایسا شخص کبائر اور بے حیائی کے کاموں سے بچتا ہے۔ اپنے رب کے حلال ٹھہرائے ہوئے کو حرام نہیں کرتا۔ اور رب کی پکار پر لبیک کہتا ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کامیابی ہے۔

اس کے بعد جناب محمد افضل نے اذان کے بعد دعا کے بارے میں گفتگو کی اور مقامِ محمود کی وضاحت کی۔ راقم نے ''ایثار'' پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ اپنی ضرورت کی موجودگی میں دوسرے کی ضرورت پوری کرنا ایثار ہے۔ ایثار اعلیٰ اخلاقی صفت ہے۔ مسلمان جب ایثار کی صفت اپنا لیتا ہے تو وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: ''کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

بعد از نماز عشاء مقامی امیرِ تنظیم جناب عبدالقدیر بٹ نے درسِ قرآن سے حاضرین کے دلوں کو منور کیا۔ سورۂ عنکبوت کی آیات کی روشنی میں انہوں نے واضح کیا کہ محض دعویٰ ایمان سے جنت نہیں مل سکتی بلکہ اہلِ ایمان کو ایمان حقیقی اور عمل کی کسوٹی میں پرکھا جاتا ہے۔ اور جو شخص اس آزمائش میں کامیاب ہوتا ہے' وہی اُخروی فوز و فلاح حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مال' اولاد' مشکلات اور تکلیفوں کے ذریعے تمہیں ضرور آزمایا جائے گا۔

کھانے کے وقفہ کے بعد جناب خالد یعقوب نے ''ذکر اور ذرائع ذکر'' پر ایک مختصر مگر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن' نماز' ادعیہ ماثورہ اور اذکارِ مسنونہ ہی ذکر اور ذرائع ذکر ہیں۔ بعد ازاں حافظ ذوالفقار شاہد نے سیرت رسول ﷺ پر گفتگو فرمائی اور اس میں عفوو درگزر کو نمایاں کیا۔

آخری خطاب جناب فیصل وحید شیخ کا تھا۔ موضوع تھا ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر''۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں مسلم امہ کو سب سے بہترین امت قرار دے رہے ہیں کیونکہ مسلمان لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ تب تک رحمت کے دروازے بند نہ ہوں گے جب تک کہ تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو گے۔ اس کے بعد حافظ ذوالفقار شاہد کی طرف سے آسان قرآن تحریک کے شائع کردہ قرآن پاک شرکاء میں تقسیم کئے گئے۔ (رپورٹ: اعجاز عصر)

حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کے زیرِ اہتمام مظاہرہ کی روداد

حلقہ بہاولنگر و بہاولپور کے زیر اہتمام ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ یہ مظاہرہ سودی نظام' اسرائیل کی لبنان پر جارحیت اور حدود آرڈیننس میں مجوزہ ترامیم کے خلاف تھا

اس دفعہ مظاہرے کے لئے بہاولپور شہر کا فرید گیٹ کا علاقہ جو اس شہر کا مرکز ہے' چنا گیا۔ بہاولپور شہر میں رفقاء کی تعداد تقریباً 20 سے 30 ہو گی۔ طے یہ پایا کہ تمام رفقاء صبح دس بجے فرید گیٹ' بہاولپور میں اکٹھے ہوں۔ 11 بجے سے 12 تک مظاہرے کا پروگرام تھا۔ مقامی اخبار میں اشتہار بھی دے دیا گیا تھا۔

اس وقت حلقہ میں رفقاء کی تعداد 264 ہے جن میں سے تقریباً 170 فعال رفقاء ہیں۔ اس مظاہرے میں 70 رفقاء دور دراز علاقوں سے سفر کر کے شریک ہوئے۔ ان رفقاء کو ایک مکمل دن اس مظاہرے میں شرکت کے لئے نکالنا پڑا۔ اس سے بڑھ کر 200 تا 250 روپے بطور کرایہ خرچ ہوئے۔ جبکہ دوسرے شہروں میں عموماً 2 سے 3 گھنٹے وقت کا انفاق کرنا پڑتا ہے۔

مظاہرے کے لئے ٹی بورڈ' بینرز کے لئے مجوزہ مواد تو مرکزی شعبۂ دعوت کی طرف سے ارسال کر دیا گیا تھا لیکن موضوع وقت کے حوالے سے حدود آرڈیننس کا معاملہ بھی تازہ تھا' اس لئے کچھ اضافی ٹی بورڈز خصوصی طور پر لکھوائے گئے۔۔ اکثر ساتھی مقررہ وقت پر فرید گیٹ پہنچ گئے تھے۔ امیر حلقہ جناب منیر احمد نے حسب روایت ساتھیوں کو اپنی نظروں کی حفاظت اور دل میں اللہ کی یاد تازہ رکھنے کی ہدایات دیں اور دیگر انتظامی معاملات پر روشنی ڈالی۔ تمام ساتھی' جن میں بزرگ اور نوجوان شامل تھے' حسب ہدایت اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہے۔ کچھ ساتھیوں کی اردگرد کے بازاروں میں ہینڈ بل تقسیم کرنے کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ فرید گیٹ پر بھی ساتھیوں کی ہینڈ بل تقسیم کرنے کی ڈیوٹی لگائی۔ اس دوران محتاط اندازے کے مطابق 6000 ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔ پروگرام کے مطابق تمام ساتھیوں کو ایک مقام پر اکٹھا کر کے منیر احمد صاحب نے سود کی حرمت پر قرآن و سنت کے حوالے سے خطاب کیا' اور حکام سے سودی نظام کے خاتمے کا مطالبہ کیا۔ آخر میں ایک مختصر روٹ پر رفقاء نے منظم جلوس کی شکل میں مارچ کیا اور دُعا کے بعد یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: محمد اشرف وصی)

حلقہ پنجاب غربی کے زیرِ اہتمام احتجاجی مظاہرہ کی روداد

حلقہ پنجاب غربی کے تین شہروں فیصل آباد' سرگودھا اور میانوالی میں سود اور حدود آرڈیننس کے خلاف بھرپور مظاہرہ کیا گیا۔ اس مظاہرہ میں 74 رفقاء نے حصہ لیا۔ پچاس ہزار نو سو ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ ٹی بورڈز اور بینرز کو بھی مظاہرہ کے دوران استعمال کیا گیا۔ فیصل آباد میں 9 بجے دفترِ حلقہ صادق مارکیٹ میں رفقاء جمع ہونے شروع ہوئے۔ سوا دس بجے رفقاء ایک لمبی قطار میں منظم طریقہ سے روانہ ہوئے۔ سرکلر روڈ سے ہوتے ہوئے ضلعی حکومت کے دفتر کے سامنے پہنچ کر کچھ دیر کے لئے قیام کیا۔ پھر وہاں سے کچہری بازار سے ہوتے ہوئے گھنٹہ گھر پہنچے۔ تمام رفقاء گھنٹہ گھر کے چاروں طرف ٹی بورڈز اور بینرز لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد کارخانہ بازار سے واپسی ہوئی۔ مظاہرہ کے اختتام پر امیر حلقہ نے رفقاء سے خطاب کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے وقت اور مال خرچ کرنے کے علاوہ ہمیں اپنی جان کی قربانی کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔

سرگودھا میں چار بجے شام شربت چوک سے مظاہرہ شروع کیا گیا۔ رفقاء ٹی بورڈز اور بینرز اٹھائے ہوئے ایک قطار کے اندر شہر کے مین بازار' مسلم بازار اور کچہری بازار سے گزرتے ہوئے واپس اسی جگہ اکٹھے ہوئے۔ میانوالی میں رفقاء ساڑھے سات بجے ریلوے سٹیشن پر جمع ہوئے اور ساڑھے گیارہ بجے تک شہر کے مرکزی بازاروں میں مظاہرہ کیا گیا۔

اللہ کے فضل سے تینوں شہروں میں مظاہرہ کے دوران کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہیں آیا۔ انتظامیہ نے تعاون کیا۔ رفقاء نے بھی سخت گرمی اور حبس میں بہترین ڈسپلن کا عملی نمونہ پیش کیا۔ لوگوں نے اس پُرامن' منظم اور خاموش مظاہرہ کو بہت پسند کیا۔ دعا ہے کہ اللہ رفقاء کی پُرخلوص محنت کو قبول فرمائے اور دین کی سربلندی کے لیے اپنا تن من دھن وقف کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد اکرم)

حلقہ بہاولپور و بہاولنگر کے زیرِ اہتمام ماہانہ اجتماع

تنظیم اسلامی بہاولپور کے زیر اہتمام ماہانہ اجتماع 27 اگست کو قرآن اکیڈمی مدینہ ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ راقم نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد میجر محمد انور نے آیات قرآنی اور احادیث کی روشنی میں علم کی اہمیت واضح کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بندگی کے لیے اس کی معرفت ضروری ہے اور علم ہی ہمیں اس کی معرفت تک پہنچاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کے احکامات کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد امیر حلقہ محترم منیر احمد نے سورۃ الفتح کی آیات 29,28 کا درس دیا۔ انہوں نے ''اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کے مطلوبہ اوصاف'' کی وضاحت کی اور سورۃ الصف کی آیات 9 تا 14 کا خلاصہ بیان کیا۔ اس کے بعد وقفہ ہوا۔ بعد ازاں مبتدی تربیت گاہ (جھنگ) میں شرکت کرنے والے رفقاء نے اپنے تاثرات بیان کئے۔ آخر میں امیر حلقہ نے حلقہ کی تنظیمی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ پروگرام میں تقریباً 35 رفقاء نے شرکت کی۔ (رپورٹ: سجاد سرور)

رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی تفصیل

بمقام	مکمل دورۂ ترجمۂ قرآن تراویح	مدرس
سمن آباد	جامع مسجد بنتِ کعبہ' سمن آباد (پونچھ روڈ)	حافظ محمد زبیر
ماڈل ٹاؤن	مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' K-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور	ڈاکٹر عارف رشید
لاہور چھاؤنی	جامع مسجد خدام القرآن اکیڈمی روڈ' والٹن لاہور چھاؤنی	....
	مکمل ترجمۂ قرآن بعد از تراویح	
لاہور شمالی نمبر2	جامع مسجد نور' گلستان کالونی مصطفی آباد	اقبال حسین
لاہور شمالی نمبر2	بیت الھدیٰ 21- شجر راہ' تاج باغ	شاہد اسلم
شاہدرہ	جامع مسجد نور الھدیٰ فیروز والا' شاہدرہ	نعیم اختر عدنان
	خلاصۂ مضامین قرآن مع تراویح	
لاہور شرقی	دار الاصلاح و تبلیغ جوہر ٹاؤن	حافظ عبد اللہ محمود
لاہور شرقی	گھر امجد مختار صاحب بلاک D-3 واپڈا ٹاؤن	رشید ارشد
	خلاصۂ مضامین قرآن / ترجمۂ قرآن بعد از تراویح	
لاہور شمالی نمبر1	خلافت بلڈنگ وسن پورہ' شاد باغ	بذریعہ ویڈیو (از بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد)
لاہور وسطی	جامع مسجد فضلیہ عثمانیہ' مونگیا سٹریٹ دیو سماج' سنت نگر	نثار احمد خان
اقبال ٹاؤن	جامع مسجد باب محمد L/887 سبزہ زار سکیم' ملتان روڈ	عمیر افضال
	دورۂ ترجمہ قرآن برائے خواتین	
جوہر ٹاؤن	رہائش گاہ محمد افضل' B-17 پی این ڈی کالونی' بلاک B-I (روزانہ صبح ساڑھے دس تا ساڑھے بارہ بجے) برائے رابطہ: 5174702	خضر بن دوست
لاہور چھاؤنی	V.R.I ضرار شہید روڈ' ہاؤس نمبر B-3 (بوقت: پونے دو تا تین بجے سہ پہر) برائے رابطہ: 6615158	مسز کلثوم شبیر

ضرورت رشتہ

☆ 24 اور 25 سالہ دو بہنوں' تعلیم بالترتیب' بی فارمیسی اور ایم اے کے لئے' مناسب دینی گھرانوں سے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: فون: 042-6845630
0300-4529664

☆☆☆

☆ لڑکی' عمر 27 سال' تعلیم ایم اے ایجوکیشن کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: نعمان احمد' فون: 0300-4208136

☆☆☆

☆ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاندان کی لڑکی' تعلیم M.Sc Zoology' عمر 27 سال کے لئے دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔ (قریشی' صدیقی' ہاشمی' راجپوت فیملی کو ترجیح دی جائے گی)
برائے رابطہ: 0321-4288414

☆☆☆

☆ اسلام آباد میں رہائش پذیر 25 سالہ لڑکی' تعلیم MSc (جاری ہے) دینی تعلیم' تعلیم القرآن کورس اور حدیث کورس (الھدیٰ انٹرنیشنل)
☆ اسلام آباد میں رہائش پذیر 22 سالہ لڑکی' 4th Year (M.B.B.S) کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج' تعلیم القرآن کورس (الھدیٰ انٹرنیشنل)' شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (جٹ ذات کو ترجیح دی جائے گی)
برائے رابطہ۔ 051-4442556
0333-8002766

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❁ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟
تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:
(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس
مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:
شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

پاک فوج کی لبنان روانگی

حکومت پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ جنوبی لبنان میں بارودی سرنگیں صاف کرنے کے لیے پاک فوج کا ایک دستہ عنقریب لبنان جائے گا۔ جانے والے پاکستانیوں کی تعداد نہیں بتائی گئی' تاہم خیال ہے کہ یہ دستہ دوسو انجینئروں اور ماہرین پر مشتمل ہوگا۔ یہ پاکستانی جنوبی لبنان کے ان علاقوں میں اپنی خدمات انجام دیں گے جو کلسٹر بموں' بارودی سرنگوں سے پُر ہیں۔ ان خطرات کے باعث لبنانی عوام علاقوں میں چل پھر نہیں سکتے۔

یاد رہے کہ یہ فوجی دستہ اقوام متحدہ کی امن فوج کا حصہ نہیں ہوگا بلکہ اسے خالصتاً انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر بھجوایا جا رہا ہے۔ پاکستان لبنانیوں سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے ضروری سامان سے لدے دو ہوائی جہاز بھی لبنان بھجوا رہا ہے جسے اسرائیل بمباری کے باعث بری طرح نقصان پہنچا ہے۔

دریں اثنا عالمی دباؤ پر اسرائیل نے لبنان کی فضائی اور بحری ناکہ بندی ختم کر دی ہے اور وہاں روزمرہ کی سرگرمیاں بحال ہونے لگی ہیں۔ اب لبنان کی تعمیر نو کا مشکل مرحلہ سامنے ہے' جس پر اندازاً ساڑھے تین ارب ڈالر خرچ ہوں گے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ یہ ساری رقم اسرائیل' امریکا اور برطانیہ بطور تاوان دیں کیونکہ انہی کے باعث یہ تباہی ہوئی ہے مگر دہشت گرد ریاستیں ایسا کب کر سکتی ہیں۔ اسرائیلی حکومت کا کہنا ہے کہ اس نے تو ''دفاعی جنگ'' لڑی ہے' وہ کیوں پیسہ دے؟ اسے کہتے ہیں: ایک تو چوری' اوپر سے سینہ زوری۔

طالبان کی بڑھتی ہوئی طاقت

2002ء میں جب امریکیوں نے افغانستان پر قبضہ کیا' تو ان کا دعویٰ تھا کہ وہ بہت جلد اس ملک کی کایا پلٹ دیں گے۔ وہ کایا کیا پلٹتے' افغانوں نے انہیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ افغان بڑی غیور اور آزادی پسند قوم ہیں اور وہ اپنے وطن پر غیروں کا وجود کسی قیمت برداشت نہیں کر سکتے۔ اب نیٹو کے بھیس میں برطانوی افغانوں سے نبرد آزما ہیں۔ حملہ آور جدید ترین اسلحے سے لیس ہیں لیکن وہ طالبان کو ختم نہیں کر سکے اور شاید انہیں شکست دینا بھی ناممکن ہے۔

طالبان کے احیا کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امریکا کی پٹھو افغان حکومت کے بلند و بالا دعوؤں کے باوجود عام افغان کی حالت زیادہ نہیں بدلی' لہٰذا وہ طالبان کی مدد کرنے لگے ہیں۔ طالبان کی بڑھتی ہوئی طاقت نے نیٹو کے کمانڈروں کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے کہ افغانستان میں نیٹو فوجیوں کی تعداد فوری طور پر بڑھائی جائے۔

جنرل پرویز مشرف کے حالیہ دورے سے پاکستان اور افغانستان کے تعلقات میں بہتری آئی ہے لیکن دونوں حکومتوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ جب تک افغانستان میں غیر ملکی فوج موجود ہے' افغان ان کے خلاف حملے جاری رکھیں گے۔ افیون کی کاشت بڑھا دینا بھی ایک طرح سے عام افغان کا احتجاج ہے کیونکہ اول اسی سے انہیں کچھ رقم ملتی ہے' دوم 99 فیصد افیون بصورت ہیروئن یورپ اور امریکا چلی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے چند برس میں افیون کی کاشت میں حیران کن اضافہ ہوا ہے۔

فی الوقت نیٹو نے طالبان کے خلاف بڑا فوجی حملہ کر رکھا ہے اور وہ روزانہ پچاس سے زائد طالبان ہلاک کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اس حملے کا زور جنوبی افغانستان میں ہے جو طالبان کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ تاہم طالبان پرعزم ہیں۔ طالبان کے کمانڈر ملا دانس کے مطابق وہ دوبارہ کابل پر قبضہ کے لئے کوشاں ہیں۔

ترک حکومت کی آمادگی

ترک پارلیمان نے حزب اختلاف کے شدید احتجاج کے باوجود ترک فوج لبنان بھجوانے کی منظوری دے دی ہے۔ حزب اختلاف کا کہنا تھا کہ اقوام متحدہ کی امن فوج لبنان میں اسرائیلی اور امریکی عزائم کو تقویت پہنچائے گی۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ترک اور مسلم لبنانی ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ جائیں۔ ترک حکومت کا کہنا ہے کہ اگر ترک فوج سے کہا گیا کہ وہ حزب اللہ کو غیر مسلح کرے' تو وہ واپس آ جائے گی۔ خیال ہے کہ تقریباً ایک ہزار ترک فوجی لبنان جائیں گے۔ وہ وہاں لبنانی فوج کو فوجی تربیت دیں گے نیز دیگر امدادی منصوبوں میں شرکت کریں گے۔

عراق ہاتھ سے نکل رہا ہے

عراق کے حالات بھی افغانستان سے مختلف نہیں' جہاں عراقی امریکیوں سے نبرد آزما ہیں۔ ایک حساس اور باشعور عراقی کو کسی قیمت پر یہ گوارا نہیں کہ امریکی اس کے وطن پر قابض رہیں۔ صوبہ الانبار میں امریکی فوج کے خلاف مجاہدین کے حملے عروج پر ہیں اور عسکری ماہرین کا کہنا ہے کہ وہ اب امریکیوں کے قبضے میں نہیں رہا' بلکہ مجاہدین کے پاس چلا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اب گورنر بھی ان کے احکامات پر عمل کرتا ہے' ورنہ اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

ایک رپورٹ کے مطابق اب تک الانبار میں اتحادی فوج کے 964 فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہ تعداد تمام عراقی صوبوں میں سب سے زیادہ ہے' اس کے بعد بغداد کا نمبر ہے' جہاں 665 اتحادی فوجی ہلاک ہوئے۔ الانبار کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کہ وہ خاصا بڑا صوبہ ہے اور عراق کے مجموعی رقبے کا ایک تہائی ہے۔ امریکی فوج کا وہاں کنٹرول ختم کرنا عراقی مجاہدین کی ایک بڑی کامیابی ہے۔

دوسری طرف امریکی ایجنٹ سنیوں اور شیعوں کو قتل کر رہے ہیں تاکہ عراق میں دونوں فرقوں کے مابین فساد شروع ہو جائے۔ لگتا ہے کہ انہیں اپنے مکروہ عزائم میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے' کیونکہ شیعہ سنی اختلافات نمایاں ہو رہے ہیں۔ شیعہ رہنما شمالی عراق کو خودمختار شیعہ علاقہ بنانا چاہتے ہیں جیسا کہ کرد علاقہ ہے۔ امریکی تو خود بھی چاہتے ہیں کہ عراق کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے' تاکہ ایک مسلم ملک کی قوت بٹ کر منتشر ہو جائے۔

واضح رہے کہ پچھلے دنوں ایک امریکی رسالے میں شائع شدہ ایک مضمون میں بتایا گیا تھا کہ امریکا مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک اور پاکستان کو چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تاکہ مستقبل میں کوئی بھی اسلامی ملک اس کے لیے خطرہ نہ بن سکے۔ اس تناظر میں عراق کی تقسیم بعید از امکان نہیں۔ عراق کے سنی اور شیعہ مسلمانوں کو اس خطرے کے تدارک کی فکر کرنی چاہیے۔

وندے ماترم کی صد سالہ سالگرہ

وندے ماترم وہ گیت ہے جو انتہا پسند ہندوؤں کے نزدیک بھارت کے قومی ترانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ پچھلے دنوں انتہا پسند ہندوؤں نے وندے ماترم کی صد سالہ سالگرہ منائی۔ کانگریس کی مرکزی حکومت نے پورے ملک کے سکولوں کو کہا کہ وہ صبح کی اسمبلی میں رضاکارانہ طور پر یہ گیت گائیں مگر بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنی صوبائی حکومتوں کو حکم دیا کہ وہ اسے لازمی حکم قرار دیں۔ یاد رہے پانچ بھارتی صوبوں میں بی جے پی کی حکومت ہے۔

بی جے پی کے فرعونی حکم نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ سکھوں کو بھی چراغ پا کر دیا۔ بیشتر اسلامی مدارس میں وندے ماترم کی جگہ شاعر مشرق کا ترانہ ہندی ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا'' گایا گیا۔ جہاں بی جے پی کی صوبائی حکومتیں ہیں' وہاں بیشتر مسلمان بچے سکولوں میں نہیں آئے ورنہ انہیں وندے ماترم گانا پڑتا۔

یاد رہے کہ 1947ء میں انتہا پسند ہندوؤں نے کوشش کی تھی کہ وندے ماترم کو بھارت کا قومی ترانہ بنا دیا جائے لیکن کانگریس میں شامل مسلمان رہنماؤں کی مخالفت کے باعث ''جانا گانا مانا'' کو قومی ترانہ بنا دیا گیا۔

سیکرٹری جنرل کے لیے اردنی امیدوار

اس سال کے آخر میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل' کوفی عنان اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ اب اقوام عالم کے سامنے نئے سیکرٹری جنرل کے انتخاب کا مرحلہ درپیش ہے۔ اس ضمن میں کئی امیدوار سامنے آ چکے ہیں۔ اب اقوام متحدہ میں اردن کے سفیر شہزادہ زید الحسین نے بھی یہ انتخاب لڑنے کا اعلان کیا ہے۔ وہ اس دوڑ میں شامل ہونے والے پہلے مسلمان امیدوار ہیں۔

یاد رہے کہ اب تک کوئی مسلمان اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل نہیں بن سکا۔ زید الحسین اردنی بادشاہ کے قریبی عزیز اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جانے والے سفارت کار ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے پہلے مسلمان سیکرٹری جنرل بن جائیں۔

Islamic Reform by Ziaul Haq. The landlords from the NWFP decided to take advantage of the new courts. A case was filed with the Shariat Bench of the Peshawar High Court on behalf of Haji Niamatullah, challenging various parts of the reforms, especially the tenants' right of pre-emption on sale of the acquired land. The court decided in favour of the petitioner.

With this case began a new era of judicial activism of Islamic courts. The hadith narrated by Khadij about self-cultivation had been replaced by the view in favour of unlimited right of ownership. In 1981, the Council of Islamic Ideology prepared a draft incorporating, as it claimed the views of 1,500 judges, advocates, ulema and others in favour of the decision of Peshawar High Court. In the meantime, several other cases were filed with the courts seeking redress against the land reforms.

Two of these cases are worth mentioning. They reached the Shariat Appellate Bench of the Supreme Court (SAB) for final judgment: Government of NWFP versus Said Kemal Shah in 1986; Qazalbash Waqf and others versus the Chief Land Commissioner in 1989. In the former appeal, the court upheld that the tenants' right of pre-emption was un-Islamic, and in the latter case, the issue of ceiling on landholdings proposed by the land reform was also declared un-Islamic.

The discussion which I began with the narration of the hadith by Khadij thus ends up in a maze of judicial opinions which, as demonstrated by the SAB judgments, were based on split decisions (3 to 2 in each case). The issue remains open to interpretation, therefore, as a challenge from the point of view of reconstruction of Islamic thought in modern times. It is also worth noting that the National Assembly has never formally repudiated its Bhutto-era land reform legislation.The sentiment for a meaningful land reform in the country continues to be strong.

The writer taught economics at Pakistani and Canadian universities before his retirement. He is author of several books.
E-mail: izzud-din.pal@videotron.ca
(courtesy: daily Dawn)

میٹرک کا امتحان
اچھے نمبروں سے پاس کرنے والے ذہین نوجوانو!
آپ کے ذہنوں میں یقیناً مستقبل کے لیے کئی حسین خواب ہوں گے!!
لیکن بلاشبہ حسین ترین مستقبل وہ ہے جس کی نشاندہی ہمارے آقا اور مولیٰ محمد ﷺ نے
کی ہے یعنی ’’خیر کم من تعلم القرآن وعلمه‘‘
یعنی ’’تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے‘‘ (بخاری عن عثمانؓ ابن عفان)
لیکن قرآن کا یہ پڑھنا اور پڑھانا وقت کی اعلیٰ علمی و فکری سطح پر ہونا چاہیے!
اسی مقصد کی جانب ایک منظم کوشش کے لیے
قرآن کالج
اتاترک بلاک نیوگارڈن ٹاؤن میں نیا نظم قائم کیا گیا ہے
جس میں ایف اے میں لازمی مضامین کے علاوہ صرف عربی
اور اقتصادیات یا سیاسیات پڑھائے جائیں گے!
اور مستحق طلبہ کو بھرپور رعایتیں دی جائیں گی۔ اس وقت ایف اے کے داخلے شروع ہیں!
تعلیم کو محض پیسہ کمانے والے نظام کو رد کر کے اس حسین ترین مستقبل کی طرف پیش قدمی کریں!
اور اللہ اور رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں۔ تفصیلات کے لیے رجوع کریں:
پرنسپل قرآن کالج، 191۔ اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور۔ (فون: 5833637)

النصر لیب
مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی سہولیات
محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ
خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹراساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے
چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے
ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔
ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL
تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔
النصر لیب: 950۔ بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

conditions. These conditions would include self-cultivation or partnership according to the rules of Islamic finance.

Abul A'la Maudoodi rejected these conditions as un-Islamic in his Mas'ala-i-Milkiyat-i-Zamin, first published in 1950, with several reprints in later years. He examined the question about the size of ownership of land in this small booklet.

He was aware of the importance of the hadith narrated by Raafi bin Khadij, and he devoted a lot of space to it in his monograph, invoking opinions of relatives and some contemporaries of Khadij to analyse the focal point of the narrative. His objective was to emphasise that several other narratives, equally reliable, pointing out that in fact the use of rent and sharecropping were prevalent and acceptable during that period.

As Maudoodi notes in his book, this conclusion is out of tune with the opinions of the jurists who were close enough to the Prophetic era, and were unable to arrive at a categorical consensus. Imam Abu Hanifa considers use of rent and sharecropping as unacceptable, though not the other two well-known Hanafi jurists, Imam Abu Yusuf and Imam Muhammad. Imam Shafi'i does not accept cropsharing. Similarly, Imam Malik had his reservations. Imam Hanbal, however, would accept cropsharing under defined conditions. It is obvious that the issue remains open to interpretation.

Maudoodi, however, proceeds to establish what he considers are the clear limits to land reform according to Islam: 1) state ownership of land is contrary to Islam; 2) land distribution should be fair but not necessarily equal; 3) there is no "uncontrolled" philosophy ["bag-tut"] in Islam which can be imposed on the people; and 4) within the framework of Islam, neither any limits can be imposed on the size of ownership, nor any "capricious" ["man-mani"] restriction can be enforced in the name of social justice.

This is a summary of Maudoodi's position which has left a strong impact on the question of land reform in Pakistan. He was a leader of an active political party in the country, and he must have been aware of the essential features of the plans for land reform which were floating around in the formative years of Pakistan. In Sindh, a Tenancy Laws Committee had reported on its findings in 1945 followed by the Hari Committee Report in 1948. And the Muslim League Agrarian Reform Committee had made several proposals in 1949.

The objectives of these reports were, inter alia, to put a ceiling on individual ownership and to distribute the land thus released among cultivators and tenants. The Agrarian Reform Committee had emphasized that landlordism in Pakistan was an historical accident. It nevertheless recommended a fairly heavy compensation for expropriation. The goal behind the objective was the same as in all other countries which had gone through stages of traditional agriculture, such as Japan, South Korea and Taiwan. And it was to abolish illegal exactions from tenants and to provide them with a security of tenure, thus improving efficiency in the areas remaining under control of landlords as well as those assigned to the cultivators.

The land reform proposals did not directly address the issue of rent or sharecropping which might be available to the landlord in his newly defined ceiling of his land holdings. The main focus was on reducing a high degree of concentration of ownership which was considered undesirable from economic and social point of view. Maudoodi did not touch upon this question at all.

Also, the report of the Land Reform Commission for West Pakistan, 1959, which had been commissioned by Ayub Khan, provided him with an opportunity to review his four-point limits to land reform, which he had established in the first edition of his booklet. But the next reprint of the booklet completely ignored the issue. On the question of state-ownership, he would have found a good discussion in the report about the relation between the state and the individual owner of land which was established through land revenue system, being the portion of the produce of the land for which proprietary right had gradually taken a definite shape.

The ceilings on holdings were recommended only to reduce sharp inequalities which existed in concentration of ownership, giving first option to tenants to buy the land thus released. Similar ceilings had also been implemented in other Muslim countries such as Egypt, Syria, Turkey an Iraq. There was no "uncontrolled" philosophy guiding the Commission, nor were the restrictions recommended "capriciously". It was all part of a reasoned discussion explaining and justifying the recommendations.

It would have been useful if Maudoodi had taken the trouble to offer comments on the report and suggest why and how its recommendations were contrary to Islam. As many of these recommendations remain controversial, his views on them would have been useful. This is where he represents the same dilemma and paradox as all other traditional ulema and their followers face: a dialogue of the deaf on social and economic issues. No common language is spoken, nor is an effort made to understand and evaluate issues discussed in the economic reports, which are produced for attention of the general public with a view to avoiding the technical jargon.

The land commission established by Ayub Khan, however, was able to acquire about five per cent of the cultivated area only. Also many tenants did not or could not exercise the first option to purchase the property.

With the land reforms introduced by Mr Z.A. Bhutto, the atmosphere had completely changed. These were part of his plan to introduce a democratic Islamic socialist state in the country, which had invoked a strong reaction against it among the opposition groups. First a land reform regulation was introduced in 1972. In 1977, a land reforms act was passed by the National Assembly. It seems that the focus of land reforms was put on the NWFP and Balochistan, than Sindh and the Punjab which were friendlier to the Pakistan People's Party. In July 1977, however, the Bhutto government was dismissed by a coup by General Ziaul Haq. A new system of Islamic courts was introduced as part of

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 34

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Izzud-Din Pal

Islam and The Question of Land Reform

ABUL A'LA Maudoodi was an uncompromising advocate of unlimited ownership of land. In his view, any expropriation of property in the name of land reform was un-Islamic. Syed Qutb, the current icon of political Islam, argued that social justice required that the state should control the economy when necessary, and to dispossess its citizens, when they were unreasonable (Al-Adalaha al ijtimaiyyah fi al- Islam). For him, "unreasonable" included concentration of ownership.

The two well-known scholars of Islam obviously held diametrically opposite views concerning the ownership of land. The explanation for this divergence in their interpretation of the scriptural statements should be sought in the social and political conditions of the times faced by the two scholars themselves, not in the scriptures. There is nothing in Islam that is fundamentally opposed to modern-day needs for bringing about re-organization of agriculture. My objective in this article is to expound this theme with reference to Pakistan.

During the early formative period of Pakistan, it became clear that the question of land reform was going to be dealt with differently in the two wings of the country. In East Pakistan, the East Bengal State Acquisition and Tenancy Act, 1950 was to bring radical change in land ownership and tenure system in that province. In West Pakistan, on the other hand, the mood was to defend the status quo of absentee landlordism and landed aristocracies. As Gunnar Myrdal says in his Asian Drama (1965); the political forces in the region consisted mainly of leaders related to hereditary landlords.

In addition, the religious factor emerged in West Pakistan, first in 1950 and then during the eighties which provided support to the landlord lobby in the region. There was no such development in East Pakistan. The landlords in that province happened to be Hindus, and many ulema in Pakistan had supported the actions of the East Pakistan government on this matter.

The issue continued, nevertheless, to persist in West Pakistan. The First Five Year Plan 1955-60, for example, devoted a chapter on the subject and suggested that it was one of the most urgent national problems facing the country. The aims of land reform, it emphasised, were economic, but in a still greater and more pressing degree, they were social and political.

The spirit of the Plan's message was echoed in the first draft bill of the 1956 Constitution. It was unacceptable to many members of the Constituent Assembly. An amendment was, therefore, successfully moved by Sir Feroze Khan Noon, supported by other members from the landed classes to defeat this recommendation in order to save Pakistan, as they claimed, from becoming a communist state.

It would be useful, therefore, to examine the question of property rights in Islam in order to throw some light on issues relating to land reform in the country.

Land ownership is a very complex issue, because it has been defined by Islamic scholars only indirectly, with an emphasis on the agricultural sector of the economy. Maulana Hifzur Rahman Sehwarvi, for example, in his Islam ka Iqdisadi Nizam (Delhi, 1939, rev. fourth ed. 1951) notes that ownership is a controversial issue: the Traditions of the Prophet are contradictory, some requiring possession in accordance with a person's ability to cultivate himself, and others allowing unlimited ownership, with a right to rent or sharecropping excess land. After a lengthy discussion, he concludes by saying that during the era of the Prophet and of the four pious Caliphs both the above methods seemed to have been in use. But the fact remains that the Prophet regarded these practices unfavourably.

Property rights in Arabia, on the advent of Islam, were determined by tribal and customary rules. They were influenced by the pattern of life of the people. As is well-known, there were two main sources of wealth creation: trade (especially caravan trade) and agriculture. It was in this milieu that the Prophetic Message from God was established - the Deen, the faith for the righteous path - being above everything else but providing the criteria for how human beings should conduct their political and economic affairs. It was not the Prophetic mission, however, to establish a detailed system.

The question about the size of one's property did come up from time to time during the early period of Islam, especially with reference to ownership of agricultural land. This is where the role of the Traditions becomes important. The people depended on the circulation of oral narratives as compilations such as Al-Bukhari and Al-Muslim became available only in the next generation. And several narratives were in circulation on this subject, as noted above with reference to Hifzur Rahman Sehwarvi.

One such narration is ascribed to Raafi bin Khadij, and it has played an important part in the history of this issue. Khadij, in this narrative, is reported to have said that giving one's land for rent or for sharecropping had been forbidden by the Prophet. In other words, if a person has agricultural land in his possession, he should either cultivate it himself or give it to someone else to cultivate free of charge. This narrative had influenced the opinions of the jurists on this matter ranging from Imam Abu Hanifa to Shah Walli Ullah.

It is on the basis of this narrative that Hifzur Rahman suggests that in Islam private ownership is permitted to a limited extent and under defined